گرین سیریز-----------از------------ابنِ طالب

پراسرار لاشیں
ابنِ طالب
3
گرین سیریز
www.qaricafe.com
Fb.me/ibnetalibgs

گرین سیریز

ناول#3 یکم دسمبر 2018

ناول کے تمام کردار، مقامات، واقعات فرضی ہیں اور مصنف کی اپنی تخلیق ہیں۔ جن میں کسی بھی قسم کی کلی یا جزوی مطابقت محض اتفاقیہ امر ہو گا جس کا مصنف ذمہ دار نہیں۔

ناول کے کسی بھی حصے کو کاپی کرنا، نقل کرنا یا چوری کرنا قانوناً اور اخلاقی جرم ہے۔ جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں۔

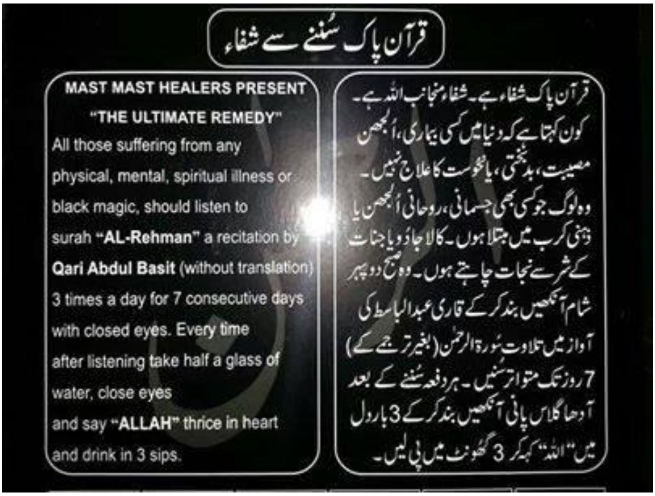

قرآن پاک سُننے سے شفاء

قرآن پاک شفاء ہے۔ شفاء منجانب اللہ ہے۔ کون کہتا ہے کہ دنیا میں کسی بیماری، اُلجھن مصیبت، بدبختی، یا نحوست کا علاج نہیں۔ وہ لوگ جو کسی بھی جسمانی، روحانی اُلجھن یا ذہنی کرب میں مبتلا ہوں۔ کالا جادو یا جنات کے شر سے نجات چاہتے ہوں۔ وہ صبح دوپہر شام آنکھیں بند کر کے قاری عبدالباسط کی آواز میں تلاوت سُورۃ الرحمٰن (بغیر ترجمے کے) 7 روز تک متواتر سُنیں۔ ہر دفعہ سُننے کے بعد آدھا گلاس پانی آنکھیں بند کر کے 3 بار دل میں "اللہ" کہہ کر 3 گھونٹ میں پی لیں۔

MAST MAST HEALERS PRESENT

"THE ULTIMATE REMEDY"

All those suffering from any physical, mental, spiritual illness or black magic, should listen to surah **"AL-Rehman"** a recitation by **Qari Abdul Basit** (without translation) 3 times a day for 7 consecutive days with closed eyes. Every time after listening take half a glass of water, close eyes and say **"ALLAH"** thrice in heart and drink in 3 sips.

www.alrehman.com

ہماری بات

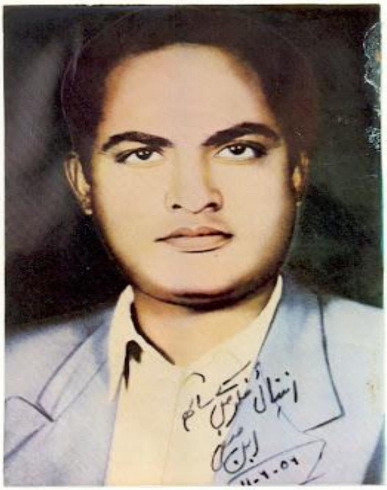

(محترم ابنِ صفی۔۔۔ جنہوں نے عمران سیریز اور جاسوسی دنیا جیسے سلسلے کو تخلیق کرکے عمران، ایکسٹو اور کرنل فریدی سے ہمارا تعارف کروایا۔)

میرے پہلے دو ناولز، ناسور اور مافیا کو قارئین کی طرف سے قابلِ قدر پزیرائی ملی ہے جس کے لئے میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں، لکھاری کی اصل کمائی قارئین کی طرف سے کی گئی حوصلہ افزائی، تبصرہ اور فیڈبیک ہی ہوتا ہے۔ فیڈبیک کے لئے بھی ایک نیا سلسلہ شروع کیا گیا ہے کہ بجائے ناول کے شروع میں فیڈبیک

لکھنے کے، Page پہ فیڈبیک کو اپ لوڈ کیا جائے، اور اس کو بھی کافی پزیرائی ملی ہے۔

موجودہ ناول **مسٹری نمبر** ہے، جس میں **ابنِ صفی صاحب** کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مسٹری نمبر کے حوالے سے بھی یہ میری پہلی کوشش ہے جس کے حوالے سے میں سیئیر قارئین سے فیڈبیک کی توقع رکھتا ہوں، اور چاہوں گا کہ اس ناول کو وقت ضرور دیں۔

والسلام

ابنِ طالب

میٹنگ ہال میں اس وقت کافی رش تھا۔ سب لوگ بہت ہی ہلکی آواز میں آپس میں گفتگو میں مشغول تھے۔ مرکزی نشست ابھی تک خالی تھی جب کہ باقی تمام نشستوں پہ لوگ براجمان تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں مشرقی دروازہ کھلا اور ایک سنجیدہ طبیعت کی شخصیت، پر اعتماد چال اور چہرے پہ ہلکی سی پریشانی لئے نمودار ہوئی۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی تمام افراد اپنی کرسیاں چھوڑ کر کھڑے ہوگئے۔ یہ ملک کے وزیرِ اعظم تھے۔ اپنی نشست پہ بیٹھتے ہوئے انہوں نے سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"صدر مملکت بھی میٹنگ میں شامل ہونا چاہتے تھے مگر عین وقت پہ کچھ ایسی مصروفیت سامنے آگئی کہ انہیں کہیں جانا پڑ گیا۔ بغیر وقت ضائع کئے، میں چاہوں گا کہ ہم اس درپیش مسئلہ ڈسکس کر لیں۔" پی ایم

صاحب نے متانت بھرے لہجے میں کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلائے۔

"سر رپورٹ یہ ہے کہ اب تک ملک کے بڑے شہروں میں بیس کے قریب سرکاری افسران کی اچانک موت واقع ہو چکی ہے۔ ہم سب یہ بات جانتے ہیں کہ ہر شخص کی موت کا ایک وقت طہ ہے، مگر معاملہ یہ ہے کہ مرنے والے افسران ایک ہی دن مرے ہیں، میڈیکل رپورٹ میں تو ایسا کوئی نکتہ سامنے نہیں آیا جس سے اس معاملے کو مشکوک سمجھا جائے لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ اس کے پیچھے کوئی راز چھپا بیٹھا ہے جسے اگر وقت پہ سمجھ کر بے نقاب نہ کیا گیا تو مزید نقصان کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔" ہیلتھ منسٹر نے جلدی سے رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"اگر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں کچھ بھی غیر معمولی نہیں تو یہ محض ایک اتفاق بھی تو ہو سکتا ہے؟" ڈیفنس منسٹر نے کہا۔

"بالکل ہو سکتا ہے۔۔ میں آپ کی بات کو سو فیصد درست مانتا اگر کل مجھے یہ خط نہ موصول ہوا ہوتا۔"

ہیلتھ منسٹر نے ایک خط سامنے میز پہ رکھتے ہوئے کہا، سب نے چونک کر متجسس نظروں سے اس خط کو دیکھا۔

"اس خط میں کس گمنام شخص نے مجھے دھمکی دی گئی تھی کہ میں ان مردہ افسران کی لاشوں کی زیادہ جانچ پڑتال میں وقت ضائع نہ کروں اور اپنی فیملی پہ دھیان دوں۔ یہ واضح دھمکی ہے۔" ہیلتھ منسٹر نے کہا۔

"آپ نے اس سارے معاملے کا کیا حل نکالا ہے؟" ڈیفنس منسٹر نے پوچھا۔

"میرے خیال سے اس کی انکوائری ہونی چاہئے۔ یہ اموات طبعی نہیں، کسی خاص طریقے سے ان لوگوں کو مارا گیا ہے جس کی نشاندہی پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں بھی نہیں ہو سکی۔" ہیلتھ منسٹر نے کہا۔

"پولیس کی ابتدائی رپورٹ میں تو کوئی کلیو نہیں ایسا۔۔ عام معاملات ہی نظر آتے ہیں۔۔" پولیس کمشنر کے کہا۔

"ایک خط مجھے بھی موصول ہوا ہے۔"

پی ایم نے کہا تو سب جیسے حیرت سے اچھل پڑے۔

"اگر بات صرف وہی ہوتی جو ہیلتھ منسٹر صاحب نے بتائی ہے تو شاید ہم ان اموات پہ دھیان بھی نہ دے پاتے، لیکن جب ہم دونوں کو ایک ایک خط موصول ہوا تو معاملات سنجیدگی اختیار کر گئے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ہمیں یہ خطوط جان بوجھ کر بھیجے گئے ہیں۔ پہلے ہیلتھ منسٹر کو خط لکھا گیا، خط لکھنے والا جانتا تھا کہ ان سے بات مجھ تک پہنچ گئی تو اس نے اگلا خط مجھے لکھا۔ "پی ایم نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس خط میں کیا لکھا ہے؟ اگر آپ برا نہ مانیں تو۔۔۔ "ڈیفنس منسٹر نے پروٹوکول کی وجہ سے معذرت خواہانہ لہجے میں پوچھا۔

پی ایم صاحب نے جیب سے ایک خط نکال کر ڈیفنس منسٹر کی طرف کھسکا دیا جسے پکڑ کر وہ پڑھنے لگے۔

"اونچا پڑھیں، تاکہ سب سن سکیں۔ "پی ایم نے کہا تو ڈیفنس منسٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"وزیرِ اعظم صاحب۔۔ میرے خیال سے اب تک آپ کو اپنے

افسران کی یک لخت موت کی خبر مل چکی ہو گی۔ مجھے بھی ان کی موت کا بہت افسوس ہے، مگر کیا کر سکتے ہیں، مجبوری تھی۔ کیا مجبوری تھی یہ تو ابھی بتانے سے میں قاصر ہوں۔ یہ خط آپ کے ہاتھ میں ہونے کہ پیچھے ایک ہی وجہ ہے کہ اگر ہمیں تلاش کرنے کا کام کسی کو سونپا گیا تو۔۔ یاد رکھنا کہ اس کام میں شامل ہر شخص کو اسی طرح مرنا پڑا تھا جیسے وہ افسران مرے ہیں۔ اس بات کا یہ مطلب نہیں کہ تمہارے لوگ ہم تک پہنچ جائیں گے اس لئے ہم ڈر کر دھمکی دے رہے ہیں۔ ہم چاہیں تو تم سب کو اسی وقت مار سکتے ہیں۔ ہمارا مقصد کچھ اور ہے، ہم نہیں چاہتے کہ مزید لوگ مریں۔۔ امید ہے تم لوگ سمجھداری کا ثبوت دو گے۔ بائی۔" ڈیفنس منسٹر نے خط ختم کر کے تہ لگا کر میز پہ رکھتے ہوئے پی ایم کی جانب دیکھا۔

"اب آپ سب کی کیا رائے ہے؟" پی ایم نے استفہامیہ نظروں سے سب کی طرف دیکھا۔

"میرے خیال سے اس طرح کی گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنا نہیں چاہئے اور فوری اس معاملے کی جانچ پڑ تال ہونی چاہئیں۔" آرمی چیف نے متانت

بھرے لہجے میں کہا۔

"سر۔۔ ہمیں اس دھمکی کو نظر انداز بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ سب کی حفاظت بھی بہت ضروری ہے۔" انٹیلی جنس بیورو کے چیف نے کہا۔

"اس سب کے پیچھے کیا راز ہو سکتا ہے اور بیک وقت اتنے لوگوں کو کیسے ٹارگٹ کر لیا گیا؟" ڈیفنس منسٹر نے سوچتے ہوئے کہا۔

"اس سوال کا جواب تو تفتیش سے ہی سامنے آ سکتا ہے۔ میرے خیال سے انٹیلی جنس کی ٹیم کو اس معاملے کی تحقیق سونپ دینی چاہیں اور آرمی کو افسران کی حفاظت پہ تعینات کر دینا چاہیئے۔" وزیرِ داخلہ نے تجویز دی۔

"تحقیق کا کام آرمی بھی تو کر سکتی ہے۔" آرمی چیف مسکرائے۔

"اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ آرمی اور انٹیلی جنس کی مشترکہ ٹیم بھی بنائی جا سکتی ہے مگر میں بذاتِ خود وزیرِ داخلہ سے متفق ہوں۔"

پی ایم نے سنجیدگی بھرے لہجے میں کہا تو آرمی چیف بھی چپ کر گئے۔

"اور کوئی تجویز؟" پی ایم نے پوچھا مگر ہر طرف گہری خاموشی دیکھ کر انہوں نے طویل سانس بھری۔

"کرنل عابد کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ انٹیلی جنس کی ایک ٹیم کو فوری روانہ کریں اور وہ متعلقہ جگہوں پہ تحقیق کر کے اس سارے کھیل کے پیچھے چھپے راز اور اس کھیل کے ذمہ داران کو بے نقاب کرے۔۔ فوج کو اعلی افسران کی حفاظت کا ذمہ دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تمام شہروں کی پولیس کو الرٹ کر دیا جائے کہ وہ مشکوک افراد پہ نظر رکھیں۔ میٹنگ برخاست کی جاتی ہے۔" پی ایم نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے باہر جاتے ہی تمام لوگ باری باری میٹنگ ہال سے نکلتے گئے۔

★

کبیر اپنے دفتر میں بیٹھا اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اگرچہ اس کے دفتر میں ٹی وی موجود تھا مگر اخبار پڑھنے کی بیماری موروثی تھی۔ اس کے والد جو کہ آرمی کے ریٹائرڈ کرنل تھے، وہ اس معاملے میں بہت سخت تھے۔ ان کی عادت تھی کہ چاہے جو بھی ہو جائے، روزانہ اخبار کا مطالعہ ضرور ہونا چاہیے۔ یہی عادت کبیر تک جا پہنچی تھی۔ اس کے سامنے میز پہ موجود چائے اب ٹھنڈی ہو چکی تھی کیونکہ وہ خبروں میں ایسے کھویا ہوا تھا جیسے غریب انسان اپنا بجلی کا بل دیکھ کر سکتے میں آ جاتا ہے۔

اس کی نظریں تیزی سے سطروں پہ گھومتی جا رہی تھیں اور چہرے پہ حیرت کے تاثرات بھی نمایاں تھے۔ اس نے اخبار کے درمیانی صفحات

نکال کر خبروں کا بقیہ حصہ بھی پڑھا اور پھر اخبار کو تہہ لگا کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھا، یہ تمام اخبارات پچھلے ہفتے کے تھے۔ آج کی ایک خبر کی وجہ سے اس نے پچھلے ہفتے کے اخبارات منگوا کر مطالعہ شروع کیا۔ پچھلے کچھ عرصے سے وہ تینوں دوست اغواء سے متعلق مشن (ناسور، مافیا) پہ تھے جس وجہ سے وہ اخبارات کا مطالعہ نہیں کر سکا تھا۔ اب ایک خاص خبر پڑھ کر اس کی آنکھوں میں شکوک کے سائے لہرا رہے تھے جو کہ کسی گھمبیر مسئلے کی نشاندہی کر رہا تھا۔ اس نے سائیڈ ٹیبل پہ موجود کمپیوٹر کو آن کیا اور انٹر نیٹ پہ سرچنگ میں جُٹ گیا۔ وہ مختلف شہروں میں ہونے والی سرکاری افسران کی اموات کی خبروں کو بغور پڑھ رہا تھا۔ تقریباََ ایک گھنٹہ سر کھپانے کے بعد وہ کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر کہ سوچ میں ڈوب گیا اور اسی طرح پانچ سات منٹ گزر گئے۔ یکلخت اس نے آنکھیں کھولیں اور اپنا موبائل اٹھا کر نمبر ملایا۔

"ہائے۔۔۔" دوسری طرف سے دیسی انگریزی میں ہائے کی آواز سنائی دی، جو کہ انگریزی والا 'ہائے' کم اور درد والا 'ہائے' زیادہ لگ رہا تھا۔

"تم نے اخبار پڑھی؟" کبیر نے تیزی سے پوچھا اور پھر اس نے اپنی

زبان دانتوں میں دبالی۔

"اخبار پڑھی۔ تمہارے شہر میں زنانہ اخبار چلتا ہے؟" دوسری طرف کبیر کی توقع کے عین مطابق غلطی پکڑی گئی۔ کبیر کے منہ سے بھی روانی میں روایتی انداز میں استعمال ہونے والا لفظ منہ سے نکل گیا۔

"اخبار میں ایک ساتھ کئی افسران کے مرنے کی خبریں ہیں۔" کبیر نے جلدی سے مطلب کی بات پہ آتے ہوئے کہا۔

"تو؟ اٹس اوکے۔ گروپ اپوئنٹمنٹ ہو گی سب کی۔ روحیں بھی اکیلی بور ہو سکتی ہیں اب سب ایک ہی بس میں نکل گئے ہوں گے۔" دوسری طرف سے جواب آیا۔

"یار ساحر۔ مجھے تو اس میں گڑبڑ لگتی ہے۔" کبیر نے کہا۔

"شکر ہے۔۔ تم نے یہ نہیں کہا کہ تمہیں اس میں گڑبڑ لگتا ہے۔۔۔ تم ایسی چیزیں کھاتے ہی کیوں ہو کہ پیٹ کی گڑبڑ دماغ تک پہنچ جائے۔" دوسری طرف سے ساحر نے مسکرا کر کہا۔

"بیلنس خرچ ہو رہا ہے میرا۔۔" کبیر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں ساری خبریں پڑھ چکا ہوں، اگر یہ سازش ہے تو پھر تو یہ سب ذہانت بھرا کھیل ہے اور اس کے پیچھے کوئی خاص مقصد ہو گا۔۔ مگر یہ بھی ضروری نہیں کہ حالات جیسے نظر آرہے ہیں، ویسے ہی ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس بار ہم اتنی آسانی سے اس میں ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ پچھلے مشنز میں تو حکومت ملوث نہیں تھی تو ہم بن بلائے باراتی بن کر شاباش لے کر آ گئے، اس بار ہمارے گلے میں پھانسی کا پھندا فٹ کیا جاسکتا ہے۔۔ یہ نہ ہو کہ ہم نکلیں تو بھلا کرنے اور مجرم سمجھ کر ہمیں ہی کاٹ دیا جائے، لہذا ریلیکس۔۔اور وہ کیا کہتے ہیں۔۔۔چِل کرو۔۔کافی پرانی خبریں ہیں یہ، اب تک تو انٹیلی جنس یہ کیس حل بھی کر چکی ہو گی۔۔" ساحر نے فوری سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کیس حل ہو چکا ہوتا تو ایسی کوئی خبر بھی چھپتی۔۔۔پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی خاموشی اختیار کر لی جائے؟" کبیر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تمہاری ایمانداری اس وقت بارش مانگنے والے مینڈک کی طرح ٹرا رہی ہے مگر یہ وقت ٹرانے کا نہیں۔۔ حکومت بھی

اسی کام میں لگی ہو گی۔۔انہیں اپنا کام کرنے دو۔۔اس کے علاوہ تم دونوں مجھے یہ کہہ چکے ہو کہ آئندہ یہ کام نہیں کرنا، "وہ پل یاد کرو"۔" دوسری طرف سے گنگناتے ہوئے دوٹوک جواب آیا اور ٹَھک سے کال بند ہو گئی۔

کبیر نے منہ بناتے ہوئے فون کان سے الگ کر کے میز پہ رکھ دیا۔ اس کی طبیعت بے چین تھی، وہ اس معاملے میں کچھ کرنا چاہتا تھا مگر ساحر نے واشگاف الفاظ میں منع کر دیا تھا اور کبیر جانتا تھا کہ ساحر کو وہ نہیں منا سکتا، انہی سوچوں میں گم وہ چونک گیا اس نے دوبارہ فون اٹھایا اور کال ملائی۔

"یس سر۔۔۔" دوسری طرف سے جبران کی آواز سنائی دی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ ایڑیاں بجا کر الرٹ ہو کر کھڑا ہو گیا ہو۔

"تم نے اخبار پڑھا؟" کبیر نے مسکراتے ہوئے وہی سوال دہرایا۔

"ہاں۔۔ کیا ہوا؟" جبران نے پوچھا۔

"کچھ افسران مرے ہیں، مختلف شہروں میں مگر ایک ہی وقت پہ۔"

کبیر نے کہا۔

"تو کیا ہو گیا؟ جنازہ پڑھنے جانا ہے؟" جبران نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے شرارتی لہجے میں کہا۔

"جنازے تو ہو چکے ہیں پچھلے ہفتے۔ ساحر مانتا ہے کہ یہ معاملہ مشکوک ہے مگر وہ اس کام میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتا۔" کبیر نے کہا۔

"اور تم یہ بات جانتے ہو کہ ہم اسے نہیں منا سکتے۔۔ وہ بھاشن دینے لگ جائے گا۔" جبران نے کہا۔

"ہاں۔۔ وہ بھاشن میں لے چکا ہوں، مگر ہم دونوں تو اس پہ کام کر سکتے ہیں؟" کبیر نے پر امید لہجے میں جبران سے پوچھا۔

"ساحر نے کیوں منع کیا؟" جبران نے پوچھا تو کبیر نے اسے ساری کہانی سنائی۔

"بات تو اس کی سو فیصد درست ہے۔" جبران نے کہا۔

"مگر ہم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھ بھی تو نہیں سکتے۔" کبیر نے کہا۔

"سوری۔۔۔ تمہیں شاید بھول بھی گیا ہے، ہم نے مافیا والے کیس کے دوران فیصلہ کیا تھا کہ یہ باب ہمیشہ کے لئے بند۔۔ لہٰذا۔۔ پکی چھٹی۔" جبران نے دوٹوک جواب دیا۔۔

"سوچ لو، میں نے تو کام کرنا ہی ہے، میرے تھانے کے ایریا میں بھی ایک افسر کی موت ہوئی ہے۔ وہ کیس میں لے لیتا ہوں۔۔ کام بھی سرکاری ہو جائے گا اور آسانی سے شروعات بھی ہو جائے گی۔" کبیر نے دانہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"بالکل بھی نہیں۔۔ تب تو تم مجھے کہہ رہے تھے کہ میں ساحر کی باتوں پہ آ کر اپنی بات سے مکر جاؤں گا، مگر اب تم خود بات سے مکر رہے ہو۔۔۔" جبران نے کہا۔

"میری ڈیوٹی ہے۔۔" کبیر نے کہا۔

"ڈیوٹی ضرور پوری کرو۔ مگر اس طرح جیسے کرنی چاہیئے۔۔ لمبے چکر میں مت پڑو۔۔ بائی۔" جبران نے کہہ کر کال بند کر دی۔

کبیر کو دونوں دوستوں سے کُورا جواب ملا تھا، وہ سوچ میں ڈوب گیا، کچھ

دیر بعد وہ کھڑا ہوا، سر پہ اپنی مخصوص کیپ پہنی اور دفتر سے نکل کر اپنے سینئر آفیسر کے دفتر کی طرف چل دیا۔ اس نے دروازے پہ ہلکی سے دستک دی اور کم ان کی آواز پہ اندر داخل ہوا۔ سامنے دفتری انداز میں سجے ہوئے کمرے میں ایک درمیانی عمر کا شخص میز کے پیچھے کرسی پہ براجمان تھا۔ وہ کبیر کا آفیسر، رانا شفقت تھا۔

"یس کبیر۔۔۔" شفقت نے رعب دار آواز میں پوچھا۔

"سر۔۔۔ اخبار میں کچھ حکومتی افسران کی اموات کا ذکر ہے، مجھے ایک ہی وقت پہ سب کی موت ہو جانے سے یہ معاملہ مشکوک محسوس ہو رہا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاقے میں جو افسر فوت ہوا ہے، وہاں تفتیش کرنے جاؤں۔" کبیر نے ایک ہی سانس میں مدعا بیان کرتے ہوئے کہا۔

"کبیر۔۔۔ یہ محض اتفاق ہے، ان چیزوں کے پیچھے بھاگنے کی بجائے اور بہت سے اہم کیسز ہیں جنہیں تمہاری ضرورت ہے، ان پہ فوکس کرو۔" شفقت نے دوٹوک منع کرتے ہوئے کہا، کبیر جانتا تھا کہ جب شفقت ایک بار فیصلہ صادر کر دیتا تھا تو اس پہ کوئی بات سننا پسند نہیں

کرتا تھا، لہذا اس کورے سے جواب کے بعد وہ مڑا اور باہر کی طرف چل دیا۔

"رکو۔۔۔" پیچھے سے آواز سن کر کبیر رکا اور پھر واپس مڑا۔

"بیٹھو۔۔۔" شفقت نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو کبیر میز کی دوسری جانب موجود کرسی پہ جا کر بیٹھ گیا۔

"تمہیں یہ معاملہ کیوں مشکوک لگتا ہے؟" شفقت نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سر۔۔ایسی کوئی بات تو سامنے نہیں آئی مگر میری چھٹی حس بار بار یہ کہتی ہے کہ یہ کوئی سازش ہو سکتی ہے۔" کبیر نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"مجھے تمہاری حب الوطنی، اور احساسِ ذمہ دارہ پہ فخر ہے اور تمہاری ذہانت پہ بھی۔۔۔یہ واقعی کوئی سازش ہو سکتی ہے، کیا سازش۔۔۔یہ ابھی کسی کے علم میں نہیں۔ اس معاملے کی تحقیقات انٹیلی جنس کے سپرد کی گئی ہیں اور ایسا کرنے والے خود پی ایم صاحب ہیں اس سے تم اندازہ لگا

سکتے ہو کہ یہ معاملہ کتنا حساس ہے۔ ہمیں ماحول پہ نظر رکھنے کے علاوہ اس معاملے سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے اس وجہ سے میں نے تمہیں روک دیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ تم میرے علم میں لائے بغیر ہی ایمانداری کی چکر میں اس کیس کو حل کرنے نہ نکل پڑو تو تفصیل بتا دی۔ اس کیس میں دخل اندازی سے ہمارے لئے بہت پیچیدگی بن سکتی ہے، معاملہ بھی بڑا ہے اور ادارے بھی بڑے ہی ملوث ہیں، بیلوں کی لڑائی سے دور رہنا ہی ہمارے لئے بہتر ہے۔" شفقت نے نرم لہجے میں کبیر کو پوری تفصیل بتائی۔

بجائے اس کے کہ تفصیل سن کر کبیر پیچھے ہٹنے کی سوچتا، اس کے ذہن میں تجسس نے بھرپور انگڑائی لی اور فطرت سے مجبور اس نے اس کیس پہ نجی طور پہ ہی کام کرنے کا فیصلہ لے لیا۔ اس مشن میں رکاوٹ صرف ایک تھی، ساحر اور جبران نے کیس پہ کام کرنے سے انکار کر دیا تھا، اگر ساتھ ہوتے تو کام بڑی جلدی نپٹ جاتا۔

* * *

انٹیلی جنس بیورو کا چیف کرنل عابد اپنے آفس میں موجود تھا۔ وہ کسی فائل پہ جھکا ہوا تھا جب دروازے پہ ہلکی سے دستک ہوئی۔

"یس کم ان۔۔۔" اس نے اونچی مگر رعب دار آواز میں کہا تو دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا نوجوان اندر داخل ہوا۔

نوجوان کی چال میں پھرتی اور آنکھوں میں ذہانت بھری چمک تھی۔ شکل و صورت کے اعتبار سے خوش شکل تھا، اس کے سنہرے بال بہت ہی پر کشش تھے۔ اس نے میز کے قریب آکر کرنل عابد کو سلیوٹ کیا۔

"بیٹھو کیپٹن جمال۔۔" کرنل عابد نے افسرانہ لہجے میں کہا۔

"شکریہ سر۔" کیپٹن جمال نے کہا اور احترام بھرے انداز میں کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"کیپٹن۔۔ ایک بہت اہم مشن در پیش ہے۔ میں کھری بات کروں گا، چونکہ سوپر فور سیکشن اس وقت ملک سے باہر ہیں اس لئے یہ مشن تمہیں سونپا جا رہا ہے۔ اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم کیسے اس مشن کو پورا کرتے ہو۔" کرنل عابد نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس باس۔۔۔ آپ کو کوئی شکایت نہیں ملے گی۔" کیپٹن جمال نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

اگرچہ کرنل عابد نے اپنی بات میں اسے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ سوپر فور سیکشن اس سے بہتر آپشن ہے اور اتفاقاً اسے کیس مل رہا ہے، اس کے باوجود کیپٹن جمال کا چہرہ سپاٹ تھا جیسے ایسی کوئی بات ہوئی ہی نہ ہو۔

"پچھلے ہفتے ملک کے مختلف بڑے شہروں میں بیس کے قریب سرکاری افسران کی ایک ہی دن موت واقع ہوئی ہے۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق ان سب کی موت قدرتی ہے۔ تمہیں ان کی موت کی وجہ معلوم کرنی ہے۔ اس فائل میں مزید کچھ تفصیل ہے، اسے پڑھ لو، اپنا سیکشن ساتھ لو اور ہر شہر میں تحقیق کرو۔ تم سپیشل کارڈز استعمال کرو

گے، جس شہر میں بھی جانا ہو، پہلے مجھے انفارم کر دینا تا کہ وہاں کی پولیس کو اطلاع دی جا سکے۔ اس طرح تم پولیس کو بھی اپنے مقصد کے لئے استعمال کر سکو گے۔" کرنل عابد نے ایک فائل اس کی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

کیپٹن نے وہ فائل پکڑ لی اور کرنل عابد کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"اب تم جا سکتے ہو، یاد رہے کہ مجھے پل پل کی رپورٹ دینا۔ وش یو گڈ لک۔" کرنل عابد نے کہا تو کیپٹن اسے سلیوٹ کر کے آفس سے نکل آیا۔

آفس سے نکلتے ہی اس کی آنکھوں کا جیسے رنگ ہی بدل گیا ہو۔ اس کی آنکھیں تپنے لگیں۔

"سوپر فور آپ کا چہیتا سیکشن جو ہوا۔ ہر کام انہی کو سونپا جائے گا۔۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس وقت وہ پارکنگ میں پہنچ چکا تھا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر اس نے جیب سے موبائل فون نکالا اور ایک نمبر ڈائل کیا۔

"یس باس۔۔۔" دوسری طرف سے مودبانہ آواز سنائی دی۔

"خرم۔۔ سیکشن میٹنگ کال کرو۔ فوری۔" اس نے سخت لہجے میں کہا اور کال بند کر کے سیل فون سائیڈ سیٹ پہ رکھ دیا۔

گاڑی سٹارٹ کر کے وہ عمارت سے باہر آیا اور ایک سمت کو چل پڑا۔ اس کا رخ سیکشن ہیڈ کوارٹر کی طرف تھا۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ ایک درمیانے درجے کی کوٹھی کے سامنے موجود تھا۔ کار روک کر کچھ دیر وہ فائل پڑھتا تھا رہا اور پھر اس نے مخصوص انداز میں ہارن بجایا تو گیٹ کھل گیا اور وہ کار اندر لے گیا۔ اندر دو کاریں پہلے ہی موجود تھیں۔ اس نے کار کا انجن بند کیا اور عمارت کے اندر چلا گیا۔ مخصوص کمرے کے دروازے کو کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔ سامنے صوفوں پہ اس کے ٹیم ممبرز موجود تھے۔ اس سمیت کل پانچ ممبرز تھے جن میں دو لڑکیاں اور تین مرد شامل تھے۔ انہیں آئی بی میں سیکشن فائیو کے نام سے جانا جاتا تھا۔ سیکشن فائیو کے ساتھ لفظ 'سوپر' نہیں لگتا تھا جیسا کہ سیکشن فور

کے نام کے ساتھ استعمال کیا جاتا تھا۔ جمال نے فائل سامنے میز پہ رکھی جسے ایک درمیانی عمر کے مرد نے اٹھالیا۔ یہ خرم تھا، جمال کے بعد وہی ٹیم کو لیڈ کرتا تھا ان دونوں کے علاوہ ٹیم میں اسفند، زوبیا عرف زوبی اور فریحہ شامل تھیں۔ جمال نے باقی ممبرز کو کیس کی تفصیلات سے آگاہ کیا ، تب تک خرم بھی فائل پڑھ چکا تھا۔ جمال نے کرنل عابد کی طرف سے سیکشن فور کے متعلق کی جانے والی بات سب کو بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا حتٰی کہ اس نے خود اپنے ذہن سے بھی وہ بات نکال دی تھی کیونکہ وہ اب صرف اور صرف اپنے کام پہ فوکس کرنا چاہتا تھا۔

"میرے خیال سے تو دو ٹیمیں بنا لینی چاہئیں۔ ایک ایک شہر سے شروع کر لیتے ہیں۔" اسفند نے تجویز پیش کی۔

"پوچھ گچھ کا مقصد کیا ہو گا؟ مطلب ہمیں معلوم کیا کرنا ہے؟ ظاہر ہے لاشیں تو دفن ہو چکی ہیں۔ پوسٹمارٹم رپورٹس بھی بن چکی ہیں تو تفتیش

کہاں سے شروع کریں اور معلوم کیا کریں؟" زوبیا نے پوچھا۔

"تفتیش کا مقصد تو ہے سب کی موت کی وجہ معلوم کرنا۔ اگر یہ قتل ہیں تو پھر قتل اتنے بے داغ طریقے سے کئے گئے ہیں کہ پولیس کو کوئی بھی سراغ نہیں ملا۔" خرم نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تین ٹیمیں بنا لیتے ہیں۔ میرے خیال سے ہمیں مرنے والے افسران کی گزشتہ دنوں کی مصروفیات کو تفصیل سے چیک کرنا پڑے گا۔ یہ کام ہے تو جوتے گھسانے والا مگر اسی سے کوئی کلیو مل سکتا ہے۔" جمال نے سنجیدگی نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"پھر تین ٹیموں کی بجائے دو ہی بہتر ہیں۔ تین ٹیمیں بنانے کا مطلب ہے

کہ تم اکیلے کام کرنا چاہتے ہو۔۔۔ اس طرح کی پوچھ گچھ میں بہت بھاگ

دوڑ کرنی پڑے گی۔۔۔ زیادہ ممبرز ہوں تو کام تیزی سے ہو جاتا ہے۔"

فریحہ نے جمال کی بات کی تہہ تک پہنچتے ہوئے کہا وہ واقعی ایسا سوچ رہا تھا۔

"یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ خرم، اسفند اور فریحہ ایک ٹیم میں۔۔ خرم لیڈ کرے گا۔ میں اور زوبی دوسری ٹیم میں۔ تم لوگ دوسرے شہر میں جاؤ اور ہم یہاں چیکنگ کریں گے۔" جمال نے کہا تو خرم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم لوگ ابھی روانہ ہو جاؤ۔۔ ہم بھی نکل رہے ہیں مجھ سے رابطے میں رہنا۔" جمال نے خرم سے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے کھڑے ہوتے ہی زوبیا بھی اٹھی اور وہ دونوں کمرے سے نکلے۔

"میری کار میں ہی آ جاؤ۔" جمال نے زوبیا سے کہا اور وہ دونوں جمال کی کار میں سوار ہو کر رہائش گاہ سے نکلے۔

"اب مقتول کے گھر جانا ہے؟" زوبیا نے پوچھا۔

"نہیں۔۔ اس کے دفتر۔ میرے خیال سے اس اجتماعی واقعہ کے پیچھے کوئی اجتماعی کیس ہے۔۔ کوئی ایسا کیس یا وجہ جو مختلف اداروں کے افسران کو ایک زنجیر کی کڑیاں بناتی ہو اس زنجیر کی کڑیاں تلاش کر کے ہم پوری زنجیر ڈھونڈ نکالیں گے۔" جمال نے کہا۔

"بہت ہی دلچسپ معاملہ ہے کہ الگ الگ محکموں کے افسران کو ایک ہی دن ٹارگٹ کیا گیا ہے۔۔" زوبیا نے کہا۔

"تمہاری اس بات سے ایک اور نکتہ ذہن میں آیا ہے۔۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ افسران آپس میں کسی طرح سے رابطے میں ہوں۔۔ ہم اس پہلو پہ بھی تفتیش کریں گے۔" جمال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ اسی طرح کے سوالات تیار کرنے میں مصروف ہو گئے جن کے جوابات ملنے پہ وہ کیس کو بآسانی حل کر سکتے تھے مگر یہ تو جمال کی سوچ تھی، آگے کیا ہونے والا ہے اور کس مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔۔۔ جمال اس بات سے بے خبر تھا۔

★

سیکشن فائیو کی دوسری ٹیم خرم کی سرکردگی میں قریبی شہر پہنچ چکی تھی۔ ایک ہوٹل میں کمروں کی بکنگ وہ پہلے ہی کروا چکے تھے۔ سامان ہوٹل میں رکھ کر وہ لوگ سیدھے ایک فوت ہونے والے افسر کے دفتر جا پہنچے اور تفصیلی تفتیش کے بعد وہ ایک پبلک پارک میں پہنچے۔ چہروں پہ ہلکا پھلکا بدلاؤ تھا جس سے ان کی اصل شخصیت چھپ گئی تھی۔

"ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟" فریحہ نے پوچھا۔ اس کے اس سوال سے محسوس ہوتا تھا کہ خرم نے ٹیم ممبرز کو اپنی پلاننگ نہیں بتائی تھی۔

"ایک شخص سے ملنا ہے۔ وہ ہمیں سیدھا مقتول کے گھر لے جائے گا اور اہلِ خانہ سے بغیر کسی رکاوٹ کے ملاقات بھی کروا دے گا۔" خرم نے

مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہارا یہاں بھی نیٹ ورک ہے؟" اسفند نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

سیکشن فائیو کا دائرہ کار اپنے شہر تک ہی محدود رہتا تھا اس وجہ سے اسفند کو خرم کے انتظامات پہ حیرت تھی۔

"یہاں کی پولیس میں میرا ایک دوست ہے، اس کی وساطت سے یہ کام ممکن ہوا ہے۔" خرم نے جواب دیا تو دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اہلِ خانہ سے پوچھ گچھ کس انداز سے کرنی ہے؟" فریحہ نے پوچھا۔

"یہ تو وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہو سکے گا، میرے ذہن میں ابھی تک کوئی واضح پلاننگ نہیں ہے۔" خرم نے جواب دیا اور پھر سامنے دیکھتے ہوئے چونک پڑا۔

سامنے سے ایک ادھیڑ عمر شخص چلا آرہا تھا خرم اسے دیکھ کر کھڑا ہوا اور قدم بڑھاتے ہوئے خود ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر وہ اس سے بات کرتا رہا، پھر دور سے ہی اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا تو وہ دونوں بھی

خرم کی طرف چل دیئے۔ پارک کے گیٹ پہ ایک چھوٹی سے جدید ویگن کھڑی تھی۔ وہ خاموشی سے ویگن میں سوار ہوئے ۔ سارے رستے خاموشی ہی طاری رہی جس سے اسفند اور فریحہ کے چہروں پہ بوریت کے اثرات صاف نظر آرہے تھے جبکہ خرم اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد وہ ایک کشادہ گلی کے سامنے موجود تھے۔ ویگن انہیں اتار کر آگے بڑھ گئی۔ وہ ادھیڑ عمر شخص بھی ویگن میں ہی بیٹھا رہا۔ خرم کی رہنمائی میں وہ لوگ گلی میں آگے بڑھتے ہوئے ایک متوسط درجے کے مکان کے سامنے موجود تھے۔ خرم نے دروازے پہ دستک دی۔ دروازے پہ ایک نوجوان نمودار ہوا۔

"جی؟" اس نے خرم کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مرزا صاحب سے کہیں کہ غوری نے بھیجا ہے ہمیں۔" خرم نے کہا۔

"جی۔۔۔ آپ انتظار فرمائیے ۔۔میں چچا جان کو اطلاع کرتا ہوں۔" لڑکے نے کہا اور اندر چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ دوبارہ واپس آیا اور انہیں لے کر اندر داخل ہو گیا۔ لڑکا انہیں لے کر ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچا جسے ڈرائنگ روم کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ وہاں ایک

پچاس سالہ شخص نظر والی عینک ناک پہ ٹکائے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ خرم اور اس کے ساتھی سلام کر کے صوفوں پہ بیٹھ گئے اور وہ نوجوان باہر چلا گیا۔

"جی فرمایئے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" بوڑھے شخص نے پوچھا۔

"مرزا صاحب۔۔ ہمیں آپ کے چھوٹے بھائی کے بارے میں کچھ معلومات درکار ہیں۔۔ ان کے پاس محکمے کے کچھ بہت اہم کاغذات تھے جو اب ہمیں نہیں مل رہے۔ محکمے کو ان کی ایمانداری پہ شک بھی نہیں۔۔ مگر وہ کاغذات بہت ضروری ہیں۔ اگر تو آپ کو ان کاغذات کے بارے میں کوئی علم ہے تو ہمیں بتا دیں۔۔۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ہمیں ان کے قریبی لوگوں کے بارے میں بتا دیں جن سے کوئی کلیو مل سکے۔" خرم نے بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

"فاروق کا اپنا الگ کمرہ ہے، آپ کمرے کی تلاشی لے سکتے ہیں۔ قریبی لوگوں میں ہم ہی ہیں، اس کے علاوہ اس کے چند ایک دوست ہیں جن

کے ساتھ وہ ہر چھٹی مناتا تھا، ان کے نام اور پتے میں بتا دیتا ہوں۔" مرزا صاحب نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"وفات سے پہلے فاروق صاحب کی کس کس سے ملاقات ہوئی تھی؟" خرم نے پوچھا۔ وہ مرزا صاحب کو اپنی باتوں سے مشکوک بھی نہیں کرنا چاہتا تھا کہ فاروق نے کوئی غداری کی ہے اور یہ بات بھی ظاہر نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ قدرتی موت نہیں مرا۔۔۔ اس سے تو ایک نیا ہی بھونچال کھڑا ہو جاتا ان وجوہات کی بنا پر وہ خاص انداز میں سوالات پوچھ رہا تھا۔

"روٹین کے مطابق اس نے پچھلی چھٹی اپنے دوستوں کے ساتھ گزاری، اس کے علاوہ اسے گھر پہ ملنے تو کوئی نہیں آیا۔" مرزا صاحب نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"فاروق صاحب جس ادارے میں کام کرتے تھے، اس ادارے میں تو ویسے ہی کام کا بہت بوجھ ہوتا ہے، انسان بیچارہ ہر وقت پریشان ہی رہتا ہے۔" خرم نے جیسے افسوس کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔فاروق عام طور پہ اپنے کام سے بہت خوش رہتا تھا۔ پچھلے دنوں بھی وہ بہت خوش تھا کہ اس کی ترقی کے امکانات اب روشن ہیں۔۔اور بہت جلد وہ ترقی پا لے گا۔۔کام کی وجہ سے میں نے اسے کبھی پریشان نہیں دیکھا۔۔وہ بہت محنتی تھا۔" مرزا صاحب نے خرم کی توقع کے عین مطابق کھل کر بات کرتے ہوئے کہا۔ 'ترقی' کی امید والی بات سن کر خرم چونک اٹھا لیکن اس نے یہ بات مرزا صاحب پہ ظاہر نہیں ہونے دی۔

"اللہ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ ان کے جنازے پہ تو پھر دوستوں کا ہجوم لگ گیا ہو گا، جس طرح وہ باقاعدگی سے اپنے دوستوں کو وقت دیتے تھے۔" خرم نے سرسری انداز میں بات کی۔

"ہاں جی۔۔یہ بھی کرم کی بات ہے۔ کافی لوگ جنازے میں شامل ہوئے تھے۔ ایسے لوگ بھی شامل ہوئے جنہیں ہم جانتے ہی نہیں تھے اور جو ہمارے محلے کے بھی نہیں تھے۔ کچھ لوگ تو ایسے بھی تھے جن کے بارے میں لوگوں کی رائے اچھی نہیں تھی۔" مرزا صاحب نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔

"رائے اچھی نہیں تھی؟" خرم نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

"ساتھ والے محلے کے کچھ لوگ ہیں۔۔ ان میں سے ایک شخص فاروق کے جنازے میں آیا ہوا تھا۔ فضل نام ہے اس کا۔" مرزا صاحب ابھی تک جذباتیت کا ہی شکار تھے، وہ شاید اپنے چھوٹے بھائی کے جنازے کو یاد کر کے دکھی ہو گئے تھے۔

"میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ کا دل دکھایا۔۔ ہم فاروق صاحب کا کمرہ دیکھ سکتے ہیں؟" خرم نے بات سمیٹتے ہوئے کہا۔

وہ اپنے مطلب کی باتیں جان چکا تھا۔ مرزا صاحب نے کوئی واضح بات تو نہیں بتائی تھیں مگر ایسے نکات خرم کی نظر میں اجاگر ہو گئے تھے جن سے یہ شک مضبوطی پکڑتا تھا کہ فاروق کسی خاص کام میں لگا ہوا تھا۔ اگر وہ اس خاص کام تک پہنچ جاتے تو یہ عقدہ حل ہو سکتا تھا۔ ساتھ ہی ایک نیا نام بھی اس کی تفتیشی لسٹ میں شامل ہو گیا تھا، وہ تھا فضل۔ کسی شخص کا جنازے میں شریک ہونا اچنبے کی بات نہیں تھی مگر ساتھ والے محلے سے آکر ایسے شخص کا شریک ہونا جس کا بظاہر متوفی سے کوئی تعلق

نہ تھا، شک کو بڑھاوا ضرور دیتا تھا ان کا کام بھی اندازوں پہ آگے بڑھتے رہنا تھا۔

"جی چلیں میرے ساتھ۔۔" مرزا صاحب نے لمبی سانس لیتے ہوئے کہا اور خرم اپنے ساتھیوں سمیت ان کے پیچھے چل پڑا۔

فاروق کا کمرہ بھی چھوٹا سا ہی تھا۔ کمرے میں چھوٹا سا بیڈ۔۔ ایک الماری۔۔ آفس کی طرز کی چھوٹی میز اور کرسی تھی۔

"میں معذرت خواہ ہوں۔۔ باتوں میں بھول ہی گیا۔۔ آپ کیا پینا پسند کریں گے؟" مرزا صاحب نے پوچھا۔

"چائے۔۔۔ اور صرف چائے۔۔ اور کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔۔"

خرم نے مسکراتے ہوئے کہا تو مرزا صاحب سر ہلاتے ہوئے واپس مڑ گئے۔

"مرزا صاحب کے آنے تک کونہ کونہ چھان مارو۔۔ اسی وجہ سے میں نے انہیں چائے کا کہا ہے۔۔ جلدی کرو۔" خرم نے کہا اور خود وہ الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اگلے دو منٹوں میں انہیں نے تیزی رفتاری سے اس

چھوٹے سے کمرے کو چھان مارا مگر کوئی مشکوک چیز ہاتھ نہیں لگی۔ خرم الماری چیک کرنے کے بعد میز کے سامنے موجود کرسی پہ بیٹھ گیا۔ میز کے نیچے ہی ایک چھوٹی سی ٹوکری پڑی تھی، جس میں کچھ ردی کے کاغذات تھے۔ خرم نے وہ ٹوکری نکالی اور کاغذات کے ٹکڑوں کو چیک کرنا شروع کر دیا مگر وہاں سے بھی کچھ حاصل نہ کر پایا۔ ٹوکری میں ایک لفافہ بھی پڑا تھا۔۔ جسے گیند کی شکل میں مروڑ کر پھینکا گیا تھا۔ خرم نے لفافے کو سیدھا کیا۔ ایک طرف تو فاروق کے دفتر کا پتہ لکھا ہوا تھا جب کہ دوسری طرف کوئی بھی پتہ موجود نہیں تھا، اس سائیڈ پہ صرف ایک سیاہ رنگ کا چاند بنا ہوا تھا۔ خرم نے لفافے کا وہ چاند والا حصہ پھاڑ کر جیب میں ڈال لیا۔ اسے محسوس ہوا کہ اس چاند کے اندر کچھ لکھا ہوا تھا، ابھی اس پہ غور کرنے کا وقت نہیں تھا تو اس نے وہ حصہ پہ پھاڑ کر پاس رکھ لیا۔ لفافے کو مروڑ کر دوبارہ ٹوکری میں پھینکا اور میز کا جائزہ لیا۔ پھر دراز کھول کر چیک کیے۔ راہداری میں قدموں کی آواز سن کر اس نے دراز بند کر دیا۔

"کاغذات ملے آپ کو؟" مرزا صاحب نے کمرے میں داخل ہوتے ہی انہوں نے پوچھا۔

"نہیں۔۔ ہمیں فاروق صاحب کے دفتر کو دوبارہ چیک کرنا پڑے گا۔ آپ برائے مہربانی ان کے دوستوں کی تفصیل بتا دیں۔" خرم نے کہا اور ساتھ ہی فریحہ کو اشارہ کیا تو اس نے موبائل فون ریکارڈنگ موڈ پہ کر کے مرزا صاحب کے نزدیک کیا۔ مرزا صاحب نے چھ لوگوں کی تفصیل بتائی۔ تب تک چائے بھی آ گئی۔ چائے پیتے ہوئے وہ ادھر اُدھر کی باتوں میں لگے رہے اور پھر خرم ان سے اجازت لے کر چل پڑا۔ سڑک پہ پہنچتے ہی ان کی ویگن واپس آ چکی تھی مگر اس بار ویگن میں صرف ڈرائیور تھا، اس کے ساتھ آنے والا ادھیڑ عمر شخص غائب تھا۔ ویگن میں سوار ہو کر وہ واپس پارک کی طرف چل دیئے۔

"کچھ حاصل ہوا؟" فریحہ نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ کافی باتیں معلوم ہوئی ہیں۔۔" خرم نے کہا، اس سے پہلے کے وہ کچھ اور کہتا۔۔ ایک بڑا ٹرالر پوری قوت سے ان کی ویگن سے ٹکرایا اور ایک زوردار دھماکہ ہوا۔۔ ویگن جو کہ ایک نہر کے پل سے

گزر رہی تھی، پہلے تو پل کی ریلنگ سے ٹکرائی، ویگن دونوں اطراف سے پچک گئی۔۔ اور ساتھ ہی ٹرالر سمیت ریلنگ توڑتے ہوئے نہر کی طرف بڑھتی گئی۔۔ لمحے بھر کے بعد چھپاک کی آواز کے ساتھ دونوں گاڑیاں نہر میں غوطہ لگا چکی تھیں۔

* * *

ایک بڑی سی سیاہ رنگ کی کار کیپیٹل سٹی کی کشادہ سڑک پہ اڑتی جارہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پہ ایک طاقتور جسم کا مالک تیس سالہ شخص موجود تھا۔ اس کے بال کافی لمبے اور گھونگھریالے تھے۔ آنکھوں اور چہرے سے وحشت ٹپکتی تھی۔ اس کو دیکھ کر ایک انجانی سے بے چینی اور بے سکونی محسوس ہونے لگتی تھی۔ چہرے پہ عجیب سے ویرانی کا بسیرا تھا۔ گاڑی کے اندر کا ماحول بھی سوگوار محسوس ہو رہا تھا۔ کار ایک رہائشی کالونی میں داخل ہوئی اور ایک درختوں سے ڈھکی ہوئی کوٹھی کے سامنے رک گئی۔ مخصوص انداز میں ہارن دینے کے بعد وہ گیٹ کھلنے کے انتظار میں رک گیا۔ چند لمحوں بعد گیٹ کھلا اور وہ کار اندر لے گیا۔ کار کو گیراج میں روک کر وہ عمارت کے اندر چلا گیا۔ مست ہاتھی جیسی چال چلتے ہوئے وہ ایک اندھیرے کمرے میں پہنچا۔ کمرے میں پہنچتے ہی وہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے انداز سے احترام جھلکتا تھا۔

"کیا رپورٹ ہے حاطب ؟" اندھیرے میں ایک ڈراونی سی آواز ابھری۔

"آقا۔۔۔انٹیلی جنس کی ٹیم ہمارے ہاتھ لگ چکی ہے۔ آج پی ایم نے ایک میٹنگ میں اعلان کیا ہے کہ وہ ہمارے خلاف کام نہیں کریں گے۔" اس نے جواب دیا۔

"ہاہاہاہا۔۔ آخر ہماری طاقت کے آگے انہوں نے گھٹنے ٹیک ہی دیئے۔۔" مکروہ سے قہقہے کے ساتھ جواب ملا، حاطب چپ ہی رہا۔

"لیکن۔۔ ہم یہ علاقہ چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔۔ ان ڈرپورک لوگوں کو انگلیوں پہ نچانا بہت ہی آسان ثابت ہوا ہے، یہ آسان شکار ہیں۔۔ یہیں سے ہمارے عظیم مشن کا آغاز ہو گا۔ ہماری تلاش پوری ہوئی۔ اب تم لوگ اصل کام پہ لگ جاؤ۔" اس نے آواز نے یکلخت سانپ جیسے پھنکارتے ہوئے کہا مگر جب وہ اپنے عظیم مشن کی بات کر رہا تھا تو اس کی آواز میں عجیب سی بے خودی تھی۔

"جی میرے آقا۔۔انٹیلی جنس کی ٹیم کا کیا کرنا ہے؟" حاطب نے پوچھا۔

"انہیں ہم نہیں چھوڑیں گے۔۔ ٹالتے رہو۔۔ اور انہیں بے ہوش رکھو ۔۔ ہمیں اپنے مشن کے لئے ان کی بھی ضرورت ہے۔" جواب ملا۔

"مشن کے بارے میں کیا ہدایات ہیں؟" حاطب نے پوچھا۔

" آٹو مارکیٹ میں ایک ورکشاپ ہے ، کلینک فار آٹوز۔۔ اس کا مالک ممتاز نامی شخص ہے۔ اس سے ملو۔۔ اس کا ہمارے گروپ میں نام۔۔ بروکر ہے۔۔ اس نام سے بلاؤ گے تو وہ تمہیں پہچان جائے گا۔ اسے مشن کے بارے میں پتہ ہے، اس سے مل کر کام شروع کرو۔ اب تم جاؤ۔" اس آواز نے جواب دیا تو حاطب نے جھک کر سلام کرتے ہوئے الٹے پاؤں واپس مڑ گیا۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا، گیراج میں موجود اپنی کار میں پہنچا اور کار میں سوار ہو کر مارکیٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس بار اس کی آنکھوں کی وحشت میں مزید چمک عود آئی تھی جیسے اسے اپنی مرضی کا کام مل گیا ہو۔ آدھے گھنٹے کی تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد وہ کلینک فار آٹوز کے سامنے موجود تھا۔ کار کو پارکنگ میں روک کر وہ ورکشاب کی بہت بڑی عمارت کی طرف چل دیا۔ ورکشاب واقعی بہت وسیع رقبے پہ پھیلی ہوئی

تھی اور تاحدِ نگاہ کاریں ہی کاریں نظر آرہی تھیں، جنہیں ٹھیک کرنے کے لئے مکینکوں کی ایک فوج ادھر ادھر دوڑ رہی تھی۔ وہ ایک جدید انداز کے ریسپشن پہ پہنچا جہاں ایک لڑکی فون پہ کسی سے بات کرنے میں مصروف تھی حاطب کی شخصیت دیکھ کر لڑکی گھبرا سی گئی اس نے جلدی سے ریسیور رکھا۔

"یس سر۔۔۔" اس کی آواز میں ڈر کا ہلکا سا عنصر شامل تھا۔

"ممتاز سے ملنا ہے۔" حاطب نے درشت لہجے میں کہا۔

"آپ نے ان سے وقت لیا ہوا ہے؟" لڑکی نے پوچھا تو حاطب نے

چونک کر اس کی طرف دیکھا، لڑکی اس کی نظروں سے مزید گھبرا گئی اور نظریں جھکاتے ہوئے اس نے انٹرکام کا ریسیور اٹھایا۔

"اسے کہنا بروکر نے ایک آدمی بھیجا ہے۔" اس بار اس نے لہجے کو نرم بنانے کی ناکام کوشش کی تھی، لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"سر۔۔ مسٹر بروکر نے ایک صاحب کو بھیجا ہے۔" لڑکی نے کہا

"یس سر۔۔۔یس سر۔۔۔میں بھیجتی ہوں۔۔" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور روہانسی سی ہو گئی۔

"سوری سر۔۔میں آپ کے بارے جانتی نہیں تھی۔۔دوسرے فلور پہ پہلا کمرہ باس کا ہے۔"لڑکی نے معذرت بھرے انداز میں لفٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور حاطب اس کی معذرت کو نظر انداز کرتے ہوئے لفٹ کی طرف بڑھ گیا، لڑکی نے اس کے ہٹنے پہ سکون بھرا سانس لیا سر تھام کر بیٹھ گئی جیسے مرتے مرتے بچی ہو۔

حاطب لفٹ میں سوار دوسرے فلور پہ پہنچا اور پہلے کمرے کے دروازے پہ بغیر دستک دیئے ہی اندر گھس گیا۔ سامنے بڑی سی میز کے پیچھے سوٹ میں ملبوس ریچھ نما انسان۔۔۔یا یوں کہیں۔۔انسان نما ریچھ بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ ریچھ (انسان) اٹھ کھڑا ہوا اور احترام بھرے انداز میں سلام کیا۔ حاطب اس کے سامنے والی کرسی پہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر بیٹھ گیا۔

"بیٹھو۔۔۔"حاطب نے غراتے ہوئے کہا، تو ریچھ کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"مسٹر بروکر۔۔ مشن پہ کام کرنے کا وقت آگیا ہے۔" اس نے کہا تو، رچھ۔۔ جسے بروکر کہا گیا تھا اس نے سر ہلاتے ہوئے میز کی دراز سے ایک البم نکال کر حاطب کے سامنے رکھا۔

"اس میں سٹاک کی تصویریں ہیں۔۔ چیک کر لیں۔" بروکر نے کہا تو اس نے البم کھولا اور تصویروں کو پلٹاتا گیا سارا البم دیکھنے کے بعد اس نے البم واپس میز پہ رکھا۔

"حکومت کو ہم دوسری طرف پھنسا چکے ہیں۔ اس وجہ سے ہم کھل کر کام کر سکیں گے اور اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کر سکیں گے سوال یہ ہے کہ سٹاک کو اکٹھا کیسے کیا جائے گا؟" حاطب نے پوچھا۔

"شہر میں ایک کلب ہے، رومیو کلب۔۔ اس کا مالک فشر ہمارا آدمی ہے، اس کے پاس پورا گروپ ہے جو اس کام میں ہمارا ساتھ دے گا۔" بروکر نے کہا۔

"کہیں سے بات لیک تو نہیں ہو گی؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔۔ سب اعتماد والے لوگ ہیں۔" بروکر نے جواب دیا تو حاطب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اوکے۔۔۔ ملاقات کا انتظام کرو۔۔" حاطب نے حکم دیا۔

* * *

جمال اور زوبی ایک ایسے افسر کے دفتر سے نکل رہے تھے جو ان فوت ہونے والے بیس لوگوں میں سے تھا۔

"مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آئی، ہر ایک کا جواب بڑا قدرتی سا ہے، کوئی مشکوک آدمی بھی نہیں اور نہ ہی کوئی مشکوک چیز اس افسر عاشق کے کمرے سے ملی ہے۔" زوبی نے سوچ میں ڈوبے ہوئے کہا۔

انہوں نے متوفی عاشق کے قریبی دفتری ساتھیوں سے پوچھ گچھ کی تھی، جمال پوچھ گچھ میں جُٹا رہا جبکہ زوبی کمرے کی تلاشی میں گم رہی۔ جمال نے بڑا گھما پھرا کے تفتیش کی تھی مگر نہ تو اسے کسی کا رویہ مشکوک لگا اور نہ ہی کوئی مشکوک بات محسوس ہوئی۔

"دیکھو ہمیں ہر جگہ سے پوچھ گچھ کرنی ہے پھر ہی کوئی سراغ ہاتھ لگ سکتا ہے، ہو سکتا ہے تب تک خرم بھی کوئی بات پتہ کر سکے۔" جمال نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو زوبی نے اثبات میں سر ہلایا۔

کار میں سوار، وہ دونوں پارکنگ سے نکل کر اس شخص کے گھر کی طرف روانہ ہوئے، گاڑی کا رخ شہر سے باہر مضافات کی طرف تھا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اموات واقعی قدرتی ہوں جنہیں مرکز بنا کر حکومت کو جان بوجھ کر الجھایا گیا ہو" زوبی نے کہا۔

"بالکل، ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی بھی قدرتی سانحہ کو مجرم پیشہ لوگ ڈھال بنا کر استعمال کرتے ہوئے اپنے بچاؤ کے لئے لبادہ اوڑھ کر خود کوئی اور گل کھلا جاتے ہیں۔" جمال نے کہا۔

"اگر یہ بھی ایسا ہی کچھ ہوا تو پھر؟ اس نکتے کو بھی تو ذہن میں رکھنا چاہیئے اور کرنل عابد کو بھی بتانا چاہیئے۔" ذوبی نے کہا۔

"خود تو ذہن میں رکھ سکتے ہیں یہ آپشن مگر۔۔ کرنل عابد کو بغیر کسی ثبوت کے بتانا مناسب نہیں۔" جمال نے کہا۔

"میرے خیال سے تو بتا دینا چاہیئے۔۔" زوبی نے کہا۔

اس سے پہلے کہ جمال جواب دیتا، اس کے موبائل کی ہلکی سے گھنٹی بجی، اس نے جلدی سے موبائل نکالا۔

"اوہ۔ خرم اور ٹیم مصیبت میں ہیں۔" اس نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا؟" زوبی نے فوری پوچھا۔

"میرے اور خرم کے درمیان ایک خاص طریقہ طے ہے، جب بھی ہم میں سے کوئی خطرے میں ہوتا ہے وہ دوسرے کو کاشن دے دیتا ہے، وہ لوگ خطرے میں ہیں۔" جمال نے کہا۔

"ہمارا پیچھا بھی ہو رہا ہے۔" زوبی نے سائیڈ پہ لگے شیشے میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔۔مجھے خیال ہی نہیں رہا چیک کرنے کا۔۔" جمال نے چونک کر بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سیاہ رنگ کی کرولا مسلسل ہمارے پیچھے ہے۔" زوبی نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ عاشق کے دفتر میں کلیو موجود ہے جو ہمارے سامنے نہیں آیا یا ہم سے پوچھ گچھ میں کوتاہی ہو گئی ہے، وہیں سے یہ لوگ ہمارے پیچھے لگے ہیں۔" جمال نے کہا۔

اس کا ذہن سہ طرفہ پریشانی میں گھِر گیا تھا، ایک طرف خرم اور دوسری ٹیم مصیبت میں تھے دوسری طرف ان کے پیچھے لوگ لگ چکے

تھے اور تیسری طرف، سب سے اہم بات، عاشق کے دفتر سے وہ سراغ حاصل کرسکتے تھے جو وہ نہیں کر سکے تھے۔

"اب کیا کرنا ہے؟" زوبی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"انہیں گھیرتے ہیں، اور ان کے فوراً بعد دوبارہ عاشق کے دفتر پہنچیں گے، جو غلطی کر آئے ہیں اس سدھاریں گے۔" جمال نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور گاڑی کی رفتار بڑھائی۔ تیزی رفتاری سے وہ جلدی ہی شہر سے باہر تھے، ایک موڑ مڑتے ہی اس نے گاڑی روکی۔

"ٹرانسمیٹر پہ رابطہ کرو اور بیک کے لئے لوگ بلوالو۔۔ جلدی۔۔ لیکن باہر مت نکلنا۔۔" گاڑی سے نکلتے ہوئے جمال نے کہا تو زوبی سر ہلاتے ہوئے ڈیش بورڈ کی طرف جھکی۔

گاڑی سے اتر کر جمال نے بونٹ کھولا اور انجن پہ جھک گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں سیاہ کرولا ان کے قریب سے گزری اور پھر اچانک رکی، جلد ہی وہ ریورس چلتے ہوئے جمال سے تھوڑے فاصلے پہ رکی۔

جمال کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ تھی، وہ جانتا تھا کہ تعاقب کرنے والے انہیں چھوڑ کر آگے نکلنے کے بجائے مدد کرنے کے بہانے ان کے قریب ہی رہنے کی کوشش کریں گے۔

"کیا ہم آپ کی کوئی مدد کر سکتے ہیں؟" ایک نے نرم لہجے میں کہا تو جمال سیدھا ہو کر پلٹا۔

وہ دو تھے، بھاری تنو توش کے مالک، ہاف آستینوں سے ان کے بازؤں کے مچھلیاں بڑی بے حیائی سے جھانک تانک میں مصروف تھیں۔

"بہت شکریہ۔ میں کر لوں گا ٹھیک۔" جمال نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ہمیں آپ کی خدمت کے لئے ہی بھیجا گیا ہے۔"

ایک نے دانت نکوستے ہوئے کھل کر بات کی، اس کے ساتھ ہی دوسرے شخص کا ہاتھ گھوما اور ایک زوردار تھپڑ کی آواز گونجی، ساتھ ہی پہلا شخص اچھل کر پشت کے بل زمین پہ آگرا۔ دراصل تھپڑ کا ہدف جمال تھا مگر وہ تیزی سے جھک گیا اور اس کے نام کا تھپڑ کسی اور کے نصیب پہ چھاپ چھوڑ گیا۔

"اندھے ہو گئے ہو؟" تھپڑ کھانے والا اپنے ساتھی پہ چڑھ دوڑا مگر جمال نے اس وقفے کا فائدہ اٹھایا، اس کی ایک لات تھپڑ مارنے والے کے پیٹ میں گھسی اور وہ اوغ کی آواز کے ساتھ ہی رکوع میں مصروف ہوا، جمال نے اس کی پشت پہ ہاتھ رکھ کر اچھلتے ہوئے ایک لات دوسرے شخص کے سینے پہ جمائی وہ اچھل کر دوبارہ زمین پہ جا رہا۔

رکوع والے شخص کا جیسے رکوع پیچ ختم ہوا، تب تک جمال اس کی پشت پہ تھا، اس شخص نے مڑنے کی بجائے وہیں سے گدھالات استعمال کی جو جمال کی پشت پہ پڑی اور وہ بھی اچھل کر منہ کے بل زمین پہ گرا۔

"پکڑو اسے۔۔۔ طارق پہنچنے والا ہے اپنے لوگوں کے ساتھ۔۔" اس کے ساتھی نے چیخ کر کہا۔

اس وقت جمال نے گاڑی رکنے کی آواز سنی، وہ جمپ مار کر اٹھا اور اپنی کار کے پیچھے ایک جیپ کو رکتے دیکھ کر اس کے جسم میں جیسے بجلی کوندی۔ اب دشمنوں کا پھندہ جمال کے گلے میں فِٹ ہوتا نظر آرہا تھا، جمال نے اپنی کار کی طرف دیکھا، درمیان میں رکوع والا شخص سینے پہ ہاتھ باندھے کھڑا تھا، جمال نے دوڑ لگا دی، اس سے پہلے کہ وہ شخص کچھ

سمجھتا، جمال جھکا، اور اس شخص کو کمر سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنی گاڑی کے کھلے بونٹ پہ دے مارا، بونٹ سے لگتے ہی وہ شخص ایک طرف کو گرا، جمال نے ہاتھ مار کر بونٹ کو گرایا، پھر وہ رکا نہیں، برق رفتاری سے دروازہ کھولا اور گاڑی میں بیٹھتے ہی انجن شروع کیا، گاڑی کا نفیس انجن فوری جاگا اور گاڑی توپ کے گولے کی طرح اچھل کر آگے بڑھی، گاڑی کے اچھلنے کی وجہ سے وہ شخص بھی ایک طرف دھماکے سے گرا، گاڑی کے آگے بڑھتے ہی دوسری گاڑیاں بھی تیزی سے آگے بڑھتی گئیں۔

"میں نے لوکیشن بتادی اپنے ساتھیوں کو۔۔" زوبی نے کہا تو جمال نے اثبات میں سر ہلایا۔

ابھی گاڑی نے رفتار ہی پکڑی تھی کہ اچانک جمال نے پوری قوت سے بریک کا پیڈل دبا دیا۔ سامنے ایک ٹرک آڑھا ترچھا کھڑا تھا، کار رکتے ہی اس کے پیچھے بھی ٹرالر رکا اور کار کی دائیں جانب، جو کہ سڑک کی طرف تھی، وہاں ایک جیپ رکی۔ ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی جس کا ان لوگوں نے فائدہ اٹھایا تھا اور جمال اور زوبی کو گھیر لیا۔ گاڑیوں کی اوٹ

میں مختلف جگھوں پہ مشین گن بردار لوگ گنیں تانے موجود تھے، سب نے چہرے رومالوں سے چھپا رکھے تھے۔ ایک شخص جمال کی کھڑکی کے پاس پہنچا اور اسے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔

"چلو۔۔ ولیمہ کھا آئیں۔۔" زوبی نے کہا۔

"ان کے تیور تو ولیمے سے زیادہ جنازہ تیار کرنے والے ہیں۔" جمال نے کہا اور طویل سانس لے کر باہر نکلا، دوسری طرف سے زوبی بھی نکلی۔

اس شخص نے جمال کو اشارہ کیا اور ان دونوں کو لے کر جیپ کی اوٹ

میں ہوا اور جمال کی تلاشی لی، پھر وہ زوبی کی طرف بڑھا تو جمال نے بازو بڑھا کر اسے روک دیا، ساتھ ہی اس نے زوبی کو اشارہ کیا تو زوبی نے گریبان سے چھوٹا سا پسٹل نکال کر اس شخص کو پکڑا دیا۔ اس شخص کے اشارہ کرنے پہ وہ دونوں جیپ میں سوار ہوئے اور جیپ ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔

جمال اور زوبی دونوں، کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے، فی الحال وہ پہلی بار ہی دھر لئے گئے تھے، سوچوں میں گم ہونا ہی ان کے لئے مزید

مصیبت لے آیا، ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی سروں پہ برسنے والے دستوں نے پر سکون نیند سلا دیا۔

انسپکٹر کبیر بھی اتفاقاً اسی دفتر جا پہنچا جہاں سے جمال اور زوبی نکل رہے تھے۔ کبیر تیز قدم اٹھاتا ہوا دفتر میں داخل ہوا اور سیدھا فوت ہونے والے افسر کے انچارج کے پاس پہنچا۔

"السلام علیکم۔۔۔ میرا نام کبیر خان ہے۔" اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے تعارف کرایا۔

"تو؟۔۔"

انچارج نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو گناہِ کبیرہ جانتے ہوئے صرف گھورنے پہ اتفاق کیا اور اپنی "سرکاری عینک" کے اوپر سے جھانکا۔

سرکاری عینک سے عام طور پہ چُننده چیزیں، لوگ اور عوامل نظر آتے ہیں، اس عینک کا کام گندم کی صفائی کرنے والے "چھاننے" جیسا ہوتا ہے جو ناپسندیدہ و واہیات چیزوں کو روک کر، کام کی چیزیں ہی دکھاتی ہے، کبیر اس افسر کے لئے واہیات یا کم از کم عام آدمی ضرور تھا جسے دیکھنا ضروری نہیں تھا۔

"میں سٹی تھانے کا انسپکٹر ہوں۔"

کبیر نے ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے سخت لہجے میں کہا اور ساتھ ہی کرسی گھسیٹ کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر بیٹھ گیا۔

اس کے بیٹھنے سے پہلے ہی وہ افسر سرکاری عینک اتارتے ہوئے کھڑا ہوا، عینک اتارنے کی کوئی تو وجہ ضرور ہو گی۔۔ شاید وہ سرکاری تھی اس لئے۔۔۔۔۔۔

"سس۔۔ سوری سر۔۔۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔۔ کیا لیں گے آپ؟۔۔ چائے۔۔ بوتل؟" وہ یکلخت بوکھلا گیا۔

"عاشق تمہارے چارج میں تھا؟" کبیر نے اس کی آفر کو نظر انداز کیا، اس کا موڈ افسر کے رویے کی وجہ سے خراب ہو گیا تھا۔

"جج۔۔ جی سر۔۔۔ ابھی ابھی دو سرکاری لوگ اس کے بارے میں پوچھ کر گئے ہیں۔" اس نے کہا۔

"کون لوگ؟۔۔" کبیر چونکا۔

افسر نے تیزی سے تفصیل بتائی، کبیر تفصیل سے سمجھ گیا کہ کوئی سرکاری لوگ ہی تھے، حلیے تو اس کے لئے نئے تھے مگر اس نے ذہن میں بٹھا لیے۔

"عاشق کا کوئی اسسٹنٹ بھی تھا؟" کبیر نے پوچھا۔

"نہیں سر۔۔۔ وہ اکیلا ہی کام کرتا تھا۔"

"اس کے علاوہ، اُس کے کمرے میں کون کون زیادہ جاتا تھا؟" کبیر نے پوچھا۔

"ایسے تو بہت سے لوگ آتے جاتے ہیں سر۔۔ سرکاری دفتر جو ٹھہرا۔" اس نے دانت نکالے۔

"ہاں۔۔ وہ تو میں نے آتے ہی دیکھ لیا کہ سرکاری دفتر ہے، پھر بھی کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں جیسے کوئی دفتری دوست، چائے والا۔۔۔" کبیر نے اس کے چہرے پہ نظریں گاڑ کر فقرہ ادھورا چھوڑا۔

"چائے والا۔ اور دوست۔۔" الفاظ دوہراتے ہوئے افسر سوچ میں ڈوبا۔

"ہاں جی۔۔ دفتر میں اس کی دو لوگوں سے ہی بنتی ہے، ایک مغیث اور دوسرا انور۔۔ دونوں اس کے دوست ہیں۔۔ اس کے علاوہ جیسے آپ نے کہا۔۔ چائے والا بھی اور باہر موجود فوٹو کاپی مشین کا آپریٹر بھی۔"

"اوکے۔۔ گڈ۔۔ ان کو باری باری عاشق کے دفتر بلوائیں۔۔ میں ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے عاشق کے دفتر لے چلیں۔۔" کبیر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جی سر۔۔" افسر تیزی سے آگے بڑھا اور کبیر کے آگے آگے چلنے لگا، اب اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ قالین بن جائے اور کبیر اس کے اوپر چلے، اور جب تک وہ بے خبر تھا کہ کبیر پولیس انسپکٹر ہے تب تک وہ خوب تمبو کا بمبو بنا ہوا تھا۔ کبیر کو دفتر پہنچا کر وہ باہر نکلا اور کچھ ہی دیر بعد باری باری تفتیش ہونے لگی اور کبیر نے چاروں افراد سے سوالات کئے۔ اس کے بعد وہ افسر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے نکلا۔ پارکنگ میں موجود اپنی کار میں بیٹھتے ہی اس نے سیٹ سے ٹیک لگائی اور آنکھیں موند لیں۔ اس کا ذہن مسلسل سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ پانچ لوگوں سے پوچھ گچھ کر کے آرہا تھا اور اب سب کے جوابات کو ذہن

میں دہراتے ہوئے اس کے لہجے اور چہرے کے تاثرات کو بھی دہرا رہا تھا۔ اس مشق کے دوران اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں، اس کی آنکھوں میں چمک ابھری۔

"گڈ۔۔ یہ ہو سکتا ہے۔" اس نے خوشی سے گاڑی کے اسٹیرنگ پہ ہاتھ مارا اور پھر گاڑی سٹارٹ کر کے باہر کی طرف بڑھا۔

سڑک پہ پہنچ کر اس نے گاڑی کا رخ تھانے کی طرف موڑا، گاڑی سڑک پہ، اس کی نظریں بھی سڑک پہ مگر ذہن کہیں اور تانہ بانہ بُن رہا تھا۔ سوچوں میں گم اچانک اس کی نظر بیک ویو مرر پہ پڑی تو وہ چونک گیا۔ اپنے شک کو یقین میں بدلنے کے لئے اس نے گاڑی کی رفتار کو بڑھانا شروع کیا اور پھر جان بوجھ کر دو تین موڑ مڑے، پیچھے آنے والی سفید گاڑی کو اپنی پیروی کرتے دیکھ کر اس کے چہرے پہ مسکراہٹ ابھری۔ یہ گاڑی اس نے اس سرکاری عمارت سے نکلتے ہوئے سڑک پہ کھڑی دیکھی تھی۔ اس گاڑی کو پہچان جانے کے پیچھے بھی وجہ تھی، گاڑی کی چھت پہ اینٹینا باہر نکلا ہوا تھا جسے عام طور پہ اتنی لمبائی تک نکالا نہیں

جاتا تھا اور پھر عمارت کے سامنے اور اس گاڑی کے انٹینا میں مماثلت اور اس کے پیروی کے شوق کی وجہ سے کبیر کا شک یقین میں بدل گیا۔

"تو فوٹو کاپی والا بہت اچھی اوقات کا مالک ہے۔" کبیر بیک مرر میں دیکھتے ہوئے بڑبڑایا اور اسی وقت دھماکے کی آواز ، جھٹکے سے کار رکی۔۔اور کبیر کا سر اسٹیرنگ سے ٹکرایا، ٹھک کی آواز کے ساتھ کبیر اسٹیرنگ پہ ہی گرتا چلا گیا۔

کبیر کے آگے جانے والی کار اچانک رکی تھی جس وجہ سے کبیر کی کار اس سے جا ٹکرائی۔ اس کار سے ، اور کبیر کے پیچھے آنے والی سفید کار میں سے دو دو لوگ نکلے اور کبیر کو زخمی دیکھ کر جذبہِ انسانیت کے تحت اپنی ایک کار میں ڈال کر وہاں سے رفو چکر ہو گئے۔

کبیر کو کار کی سیٹ پہ اوندھا لٹایا گیا تھا اور زخم پہ مرہم رکھنے کے لئے پستول کا دستہ دوبار استعمال کیا گیا جس سے کبیر کی حالت بہتر ہوئی اور وہ پرسکون نیند سو گیا۔

شام کا اندھیرے گہرا ہونے کو شش کر رہا تھا مگر سورج کی روشنی ہار ماننے سے انکاری تھی، جس وجہ سے مغرب کا رنگ خونی سا ہو گیا تھا۔ یوں تو شہری آبادی بہت زیادہ تھی مگر اس طرف کم ہی لوگ آتے تھے، پھر اُس قبرستان میں تو مُردوں کا بھی شاید زبردستی لایا جاتا تھا، زندہ تو دور کی بات۔ اس طرح کی ویرانی چھائی رہتی تھی کہ الامان۔۔۔ مگر شہر بڑھنے اور شہر میں قبرستان کم ہونے کی وجہ سے چاروناچار لوگ یہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ ایک گورکن کو مسلسل یہاں رکھا گیا تھا تاکہ آنے والوں کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو، اس کی وہاں حاضری اس لئے بھی ضروری تھی کہ بروقت "کھدائی سروس" میسر رہے اور اس سے بھی اہم بات، کوئی بھی اس قبرستان سے نکل نہ سکے، قبرستان امیر مُردوں کا تھا جن کے لَوٹنے سے وارثوں کے لئے مسائل جنم لے سکتے تھے۔

گورکن کی اپنی شکل چھوٹے بلب کی روشنی میں پرانی اور خستہ حال قبر جیسی لگ رہی تھی جو چلتی پھرتی نظر آتی تھی۔ اس کا نام شَفُو تھا اور پچھلے

دو تین سال سے اسی قبرستان کا "گزیٹڈ افسر" تھا۔ شفو اس وقت ہنڈیا پکانے میں مصروف تھا جب اسے فلک شگاف دھاڑ سنائی دی اور اس کے ہاتھ سے ڈوئی نکل کر کچی زمین پہ گری۔

"بیڑہ غرق ہو۔۔۔ کسی مردے کا حساب تو نہیں سخت ہو گیا۔" وہ جھلا کر بڑبڑایا اور سات آٹھ فٹ اونچے اینٹوں سے بنے کمرے سے باہر نکلا۔

وہ اندھیروں کا باسی شخص تھا، فوری تاڑ گیا کہ سامنے ایک قبر کے پاس کوئی موجود ہے جو رکوع کے بل جھکا ہوا ہے۔ وہ تیزی سے مڑا اور کدال ہاتھ میں تھام کر باہر کو لپکا۔۔ باہر نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ اسی قبر کی طرف بڑھا جہاں کوئی کھڑا تھا۔

"کون ہو تم؟" وہ ذرا قریب جا کر دھاڑا۔

جواب آنے کی بجائے سامنے والا بین کر کے رونے لگا۔

"اب اَم تم کو کدھر سے لائے گی۔۔۔ تم ہمارا بچی تھا۔۔ (اب میں تمہیں کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں گا۔۔ تم میرے بچے تھے)"۔۔ وہ بار بار یہی جملہ دہرا رہا تھا۔

شَفُو اس کے پاس پہنچا جو لہجے سے پٹھان محسوس ہو رہا تھا، اس کا سر بہت اونچائی تک گیا ہوا تھا، شاید اس کہ سر پہ بڑی سے پگڑی تھی۔ شَفُو نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو پٹھان کرنٹ لگنے کے سے انداز میں جھٹکا کھا کر زمین پہ گرا۔۔

"بب۔۔ بب۔۔ بجو۔۔۔ بجو۔۔ اللہ ام کو معاف کرو۔۔ ام آئندہ گناہ نہیں کرے گی۔۔ ب۔۔ بجو سے اَم کو بچا لو۔۔" وہ چیخنے لگا۔

"میں بجو نہیں۔۔ میرا نام شَفُو ہے۔۔" شفو نے سخت لہجے میں کہا۔

"امم۔۔۔ ام۔۔ اماں۔۔۔ بولنے والا بجو۔۔ شفو بجو۔۔۔ اللہ معافی۔۔"

پٹھان سجدے میں گر گیا۔

"بے وقوف کہیں کے، میں بھی انسان ہوں۔۔ کیا کر رہے ہو تم اس وقت یہاں؟"۔۔ شفو نے اسے ڈانٹا۔

پٹھان لمحہ بھر کے لئے چپ ہوا، پہلے تو وہ خاموشی سے رکا رہا اور پھر سہمے سہمے انداز میں گھٹنوں پہ چلتے ہوئے شفو کے پاس آیا اور پھر ڈرتے ڈرتے شفو کو ہاتھ سے چھوا اور اچھل کر پیچھے ہٹا جیسے بم کی پن کھینچ کر خود سے دور پھینکا گیا ہوا۔

"تت۔۔ تم تو ہمارے جیسی ہی ہے۔۔" اس کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"تمہاری جیسی نہیں۔۔ تمہارے جیسا۔۔۔ کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو؟" شفو نے دانت کچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"وہ امارا چھوٹی بھائی مر گئی۔۔ ام باہر تھی، ابھی واپس پہنچی اور قبر دیکھنے آئی تو قبر کھلی پڑی ہے۔۔۔ امارا بھائی کبھی بھی اکیلی نہیں جاتی، اس کا یاداشت ٹھیک نہیں۔۔ پتہ نہیں اب واپس آ سکے گی یا رستہ ہی بھول جائے گی۔۔۔" پٹھان نے قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رو کر کہا تو شفو کی پہلی بار قبر پہ نظر پڑی۔۔ کھلی قبر دیکھ کر شفو چونک گیا، اس کے ہاتھ سے کدال گر پڑی۔

"یہ۔۔ یہ کیا ہوا؟"۔۔ شفو کے ہونٹوں سے الفاظ پھسلے۔

"مجھے کیا پتہ۔۔۔ تم شاید ادھر کا صدر ہے۔۔۔ تم بتاؤ تمہارا شہری کدھر ہے۔۔ ہمارا یوسفھ (یوسف) کدھر ہے۔۔" پٹھان اچانک دھاڑا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔۔" "شفو کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"یہ ہو چکی ہے۔۔ یا تو تم یوسفھ کو واپس لاؤ۔۔ ورنہ ام پولیس کو بلا کر لاتی ہے۔۔" پٹھان نے آگے بڑھتے ہوئے دھمکایا۔

"اوہ۔۔ نہیں۔۔ رکو۔۔ میرے ساتھ آؤ۔۔ تم بہت اچھے ہو، میں دیکھتا ہوں۔۔ یہیں کہیں ہو گا تمہارا بھائی۔۔" شفو نے اس بے وقوف کو پچکارا اور ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

"یوسفھ کو ورزش کا بہت شوق تھی، ہو سکتا جِم گئی ہو۔۔ مگر اب تک تو واپس آجانا چاہیے تھی۔۔" پٹھان منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

شفوا سے لے کر کمرے میں پہنچا اور چارپائی پہ بٹھا کر ہانڈی کی طرف بڑھا اس کے چہرے پہ تذبذب کے آثار ٹمٹماتے محسوس ہو رہے تھے جیسے وہ کوئی فیصلہ نہ کر پا رہا ہو۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" شفو نے سر جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

"اَم تم کو کیوں بتائے گی۔۔ تم کوئی مردم شماری ہے۔۔" پٹھان نے منہ بنایا۔

"تمہارے بھائی کو ڈھونڈنا ہے تو پھر تمہارا نام تو پتہ ہونا چاہئے نا۔۔" شفو نے اسے سمجھایا۔

"اوہ۔۔ اچھا۔۔ امارہ نام بطوط خان ہے، ام میلہ مویشیاں ہے۔" پٹھان نے سر ہلایا۔

"میلہ مویشیاں؟ کیا مطلب؟۔۔" شفو حیرت سے مڑا۔

"امارہ یاداشت بھی کھراب ہے۔۔ ہم مویشی ڈاکٹر ہے۔۔" بطوط نے پیشانی پہ ہاتھ مارا۔

"تمہارا اپنا علاج کون کرتا ہے" شفو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس کی دانت بہت کریہہ محسوس ہو رہے تھے، ایسا نظر آرہا تھا جیسے وہ ہنس ہنس کر ووٹ مانگ رہا ہو۔۔

"کیا مطلب؟۔۔ ام خود اپنا علاج کرتی ہے۔۔" بطوط نے چونک کر کہا۔

"پھر تو تم واقعی مویشی ڈاکٹر ہو، تم نے کبھی کسی جانور کا آپریشن بھی کیا ہے"۔۔ اچانک شفو نے سوال کیا۔

"ہاں۔۔ ام ہر ہفتے کرتی ہے۔۔۔" بطوط نے سر ہلایا۔

"گڈ۔۔ تم تو کام کا ہوئی۔۔۔ مم۔۔ میرا مطلب ہے کام کے ہوئے۔۔" شفو ہڑبڑا گیا۔

"کمبخت نے میری زبان کو بھی ہلا دیا ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"کس کام کی؟" پٹھان چونکا۔

"ہمارے کچھ جانور بیمار ہیں، ان کا آپریشن کرنا ہے، بہت بڑا آپریشن۔۔ تم کروگے؟۔۔" شفو کولہوں پہ ہاتھ رکھے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اس کے چہرے پہ تذبذب کے آثار غائب ہو رہے تھے، وہ کچھ نہ کچھ فیصلہ کر چکا تھا۔

"ہاں۔۔ اس کے بدلے ہمیں پیسے اور نسوار ملے گا تو ضرور۔۔۔" پٹھان نے سر ہلایا۔

"تو تم سو جاؤ۔۔ تا کہ تم میرا کام کر سکو۔۔" کہتے ہوئے شفو کا ہاتھ تیزی سے گھوما۔۔ بطوط، جس نے بولنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا دھڑام سے چارپائی پہ گرا اور شفو نے اس کی نبض چیک کی۔

"پتہ نہیں کس الو کے پٹھے نے قبر کھلی چھوڑ دی۔۔ مروائیں گے یہ حرام زادے۔۔"

شفو غصے میں نظر آرہا تھا مگر بطوط کو دیکھ کر وہ خوش بھی تھا، اس کی

نظریں بطوط خان پہ جمی ہوئی تھیں جو بیمار بکرے جیسی شکل کا ایک کریک پٹھان تھا، شفو کی آنکھوں عجیب سے چمک تھی۔

★

جمال کے جسم میں درد کی تیز لہر منہ زور گھوڑے کی طرح دوڑی تو وہ جھٹکے سے سیدھا ہوا مگر اس کی آنکھوں میں جیسے مکڑی جالا بُن گئی تھی، اسے کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا، یہ جالا درحقیقت اس کی لاشعوری کیفیت کے وجہ سے تھا جو کہ لمحوں میں ہٹتا گیا اور کچھ ہی دیر کے بعد اس کی آنکھیں زخمی چیتے کی طرح چمکنے لگیں۔ اس کے پورے جسم میں سے سر ہی آزاد تھا جسے گھما کر اس کمرے کا جائزہ لینا شروع کیا۔ اس کے دائیں ہاتھ زوبی اور بائیں ہاتھ پہ ایک مضبوط جسم کا مالک نوجوان بندھا ہوا تھا، اس کے سر پہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ جمال خود لمبے تڑنگے جسم کا مالک تھا مگر وہ نوجوان اس سے بھی مضبوط جسامت کا مالک نظر آرہا تھا۔ زوبی اور اس اجنبی نوجوان دونوں کے سر ڈھلکے ہوئے تھے۔

نوجوان کو وہاں دیکھ کر جمال سوچ میں پڑ گیا کہ وہ کون ہے اور کس سلسلہ میں وہاں موجود ہو سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ دشمنوں نے جان بوجھ کر اپنا بندہ وہاں بے ہوش کر کے باندھ رکھا ہے تا کہ ہوش میں آکر وہ بھی قیدی ہونے کا ڈرامہ رچائے اور ان سے معلومات نکلوا سکے مگر

ساتھ ہی ساتھ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نوجوان کو کہیں دیکھا ہو، اس نے سر جھٹکا اور نوجوان کو دماغ سے نکال کر اپنا جائزہ لیا۔

ان تینوں کو مضبوط کرسیوں پہ باندھا گیا، ہاتھوں اور پاؤں کو الگ الگ باندھا گیا تھا، جمال نے زور لگا کر دیکھ لیا تھا کہ رسی کے اپنی جگہ خود سر گدھے کی طرح اکڑی ہوئی تھی۔

ان تینوں کے علاوہ کمرے میں کوئی نہیں تھا، اگر تھے تو چند ایک تشدد کے آلات جو ظاہر ہے ان کی خدمت کے لئے رکھے گئے تھے اور سامنے لکڑی کا دروازہ بند تھا۔ جمال نے کلائیوں کو جھٹکے دینے شروع کئے تاکہ کسی کے آنے سے پہلے اگر ممکن ہو تو آزاد ہو جائے مگر رسی کی مضبوطی کی وجہ سے یہ کام بہت صبر آزما اور مایوس کن تھا۔

اسی تگ و دو میں کراہ کی آواز سُن کر وہ چونک گیا، یہ کراہ اس نوجوان کی تھی، کچھ ہی دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور سر کو جھٹکنے لگا، اسی وقت زوبی بھی ہوش میں آنے لگی۔

ہوش سنبھالتے ہی نوجوان نے بھی کمرے کا جائزہ لیا اور جمال کو دیکھ کر چونک گیا، جمال نے اس کی آنکھوں میں اپنے لئے شناسائی کی چمک ابھرتے دیکھ لی۔

"تم مجھے جانتے ہو؟" اس نے نوجوان نے پوچھا۔

"تمہیں کیسے پتہ؟" نوجوان چونکا۔

"مجھے دیکھ کر تمہارے آنکھوں میں شناسائی کی چمک ابھری تھی۔" جمال مسکرایا۔

"اوہ۔۔۔ کافی تیز ہو۔۔" نوجوان مسکرایا۔

زوبی بھی سنبھل چکی تھی مگر خاموش تھی۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔" جمال بھی جواباً مسکرایا۔

"تم دونوں عاشق کے دفتر گئے تھے تفتیش کے لئے۔" نوجوان، جو کہ کبیر تھا، مسکرایا۔

"تم کون ہو؟" جمال نے آنکھیں سکوڑتے ہوئے پوچھا، اس کا دماغ نجانے کیوں الرٹ ہو گیا تھا۔

"بعد میں بتاؤں گا، پہلے تو یہاں سے نکلنا ہے، کسی بھی وقت کوئی بھی آ سکتا ہے اور نتیجہ ہمارے حق میں برا بھی ہو سکتا ہے۔" کبیر نے رسیوں پہ زور آزماتے ہوئے کہا۔

"ہمارے حق میں برا، یا تمہارے حق میں اچھا؟" جمال نے طنزیہ لہجے میں کہا تو کبیر چونک گیا، اس کی پیشانی پہ سوچ کی لکیریں نمودار ہوئیں۔

"اوہ۔۔ تو تم مجھے دشمنوں کا آدمی سمجھتے ہو جو تمہیں پھانسنے کے لئے بندھے ہونے کا ڈرامہ کر رہا ہو۔۔ کوئی بات نہیں، تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہ سوچ سکتا تھا، دراصل مجھے عاشق کے افسر سے تمہارے حلئے اور لباس کا پتہ چلا گیا تھا اس وجہ سے پہچان گیا، اور جو تفصیل اس نے بتائی تھی، میں سمجھ گیا تھا کہ تم بھی سرکاری آدمی ہو۔" کبیر نے بات کی تہ تک پہنچتے ہوئے تفصیلی بات کی حالانکہ وہ اس طرح کھل کر بات کرنے کا عادی نہیں تھا، شاید حالات کے پیشِ نظر اس نے سب کہہ ڈالا۔

"گڈ۔۔ تم بھی کم ذہین نہیں۔۔ اور تمہاری بات سے سمجھ آتی ہے کہ تم بھی سرکاری آدمی ہو۔۔" جمال نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

کبیر جواب دینے کی بجائے رسیوں کو گھورنے لگا۔

"بہت مضبوط ہیں، میں نے کوشش کی ہے۔" جمال نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔ وہی دیکھ رہا ہوں، واقعی مضبوط ہیں۔" کبیر نے کہا اور پاؤں مضبوطی سے فرش پہ جما کر جھٹکے سے کھڑا ہوا۔

جمال اور زوبی کی نظریں اسی پہ جمی ہوئی تھیں کہ اب وہ کیا کرتا ہے، کبیر نے تھوڑی سے طاقت لگا کر جمپ لیا اور پھر ہاں میں سر ہلایا جیسے کہہ رہا ہو کہ "کام بن جائے گا"، اس کے ساتھ سر کو سینے کی طرف جھکایا اور پوری قوت جمپ مارا، کرسی سمیت وہ بلند ہوا اور قلابازی کھاتے ہوئے دھاکے سے زمین پہ ایسے آگرا کہ کرسی پوری قوت سے زمین سے ٹکرائی، مگر مضبوط کرسی کو اس ضرب سے کچھ خاص فرق نہ پڑا۔

"رہنے دو۔۔ کوئی اور ترکیب سوچتے ہیں، اپنا نقصان نہ کر بیٹھنا۔" جمال نے کہا۔

کبیر نے ہونٹوں پہ دانت جواب دینے کی بجائے پوری قوت لگاتے ہوئے کروٹ بدلی جس سے وہ پہلو کے بَل ہوا، مزید ایک کروٹ بدل کر وہ سجدہ کرنے والے پوزیشن میں ہوا، پھر جسم کو جھٹکا دے کر وہ دوبارہ کرسی پہ بیٹھ گیا۔ لمحہ بھرے سانس لیا اور دوبارہ پاؤں پہ کھڑا ہو گیا۔

جمال اور زوبی نے ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھا جیسے انہیں سمجھ نہ آئی ہو کہ یہ نوجوان دوبارہ وہی کام کیوں کرنے جا رہا ہے، کبیر نے سپرنگ کی طرح جھکا اور دوبارہ قلابازی کھائی، دوبارہ دھماکہ ہوا اور اس بار کرسی کی پشت تڑاخ سے ٹوٹی، مگر ابھی بھی رسی کھلنے کا کوئی چانس نہ تھا لہٰذا کبیر کو تیسری شرط پوری کرنی پڑی اور تیسری کوشش میں پشت مکمل طور پہ ایک طرف سے الگ ہوئی جس سے کرسی کا بازو نکل گیا، کبیر نے تیزی سے اپنا بازو پیچھے کھینچتے ہوئے رسی سمیت بازو کا کرسی کے بازو سے نکالا اور ہاتھ جھٹک کر رسی کو اپنے بازو سے الگ کیا اور نہایت سرعت کے ساتھ اپنا دوسرا ہاتھ، اس کے بعد اپنے پاؤں

کھولے۔ آزاد ہوتے ہی وہ تیزی سے دروازے کے طرف بڑھا مگر دروازہ باہر سے بند تھا۔

"تمہاری کہنی پہ چوٹ لگی ہے۔۔" جمال نے تیز نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"صرف کہنی پہ ہی نہیں۔۔ کھوپڑی بھی روشن ہے اس وقت۔۔ لیکن یہ سب دیکھنے کا وقت نہیں۔۔"

کبیر نے جواب دیا اور وہ اسی تیزی سے جمال کی طرف بڑھا اور اس کے بازو کھولنے کے بعد زوبی کے بازو کھولے۔

"پاؤں کھول لو خود ہی، میں دروازے کے پاس جا رہا ہوں۔" اس نے کہا اور دروازے کے پاس جا کر key hole سے آنکھ لگا کر باہر کا منظر دیکھا۔ سامنے تاریکی ہی تھی۔ وہ دروازے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں میں جمال اور زوبی بھی آزاد ہو گئے۔

"لاک کھول سکتے ہو یا دروازہ توڑیں؟" کبیر نے پوچھا۔

"لاک کھول سکتا ہوں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم آنے والے کو انتظار کریں، میرے خیال سے یہ بہتر رہے گا۔" جمال نے کہا۔

"ضروری تو نہیں کہ کوئی ابھی آئے۔۔ کیا تم نے اغواء کرنے والوں کو دیکھا ہے؟" زوبی نے کہا۔

"میں تو نہیں دیکھ سکا، اچانک گاڑی ٹکرانے کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا تھا۔" کبیر نے کہا۔

"میں نے دیکھا ہے، مگر مسٹر۔۔ تمہاری حیثیت مشکوک ہے۔" جمال نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔

"میں سٹی تھانے کا انسپکٹر ہوں، کبیر احمد خان نام ہے میرا۔" کبیر نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اوہ۔۔ اچھا۔۔ تمہاری ایمانداری کی تعریف سنی ہے۔ تمہیں دیکھ کر مجھے محسوس ہوا تھا کہ تمہیں کہیں دیکھا ہوا ہے، کسی اخبار میں تمہاری تصویر دیکھی ہو گی۔" جمال چونک کر بولا۔۔

"اور جہاں تک میرا خیال ہے تم لوگ کسی خفیہ ادارے سے ہو، لہٰذا میں تمہارے بارے میں نہیں پوچھتا۔" کبیر نے لاپرواہی سے کہا۔

"گڈ۔۔ چلو لاک کھولتے ہیں اور اس کے بعد ہلا بولتے ہیں۔" جمال انگڑائی لے کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا

* * *

بطوط خان کی بے بس نظریں سامنے موجود ایک بڑی سی چادر پہ گڑی ہوئی تھیں۔ وہ یوں چادر کو دیکھ رہا تھا جیسے انسان اپنی بیوی کو دیکھتا ہے جس پہ اس کا کوئی بس نہیں چلتا۔ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے چادر پہ اپنی صلاحیتیں صرف کر چکا تھا مگر ابھی تک کوئی حل نہیں نکل سکا تھا۔

دراصل یہ چادر اسکی کے سر پہ بندھی ہوئی پگڑی کے کھلنے سے ایک مصیبت کی طرح وارد ہوئی تھی۔ اپنے سر پہ پگڑی باندھنے میں وہ ناکام ہوا تو وہ باہر گیا اور پوری عمارت میں گھوم کر پتھر اٹھا اٹھا کر اپنے سر سے لگا کر سائز ماپتا رہا، اپنے سر جتنے سائز کا پتھر ملنے پہ وہ ایسے خوش ہوا جیسے ہسپتال میں لگی لمبی لائن کے آخری کنارے والے شخص کا سفارشی اسے لے کر بغیر پرچی کے ڈائریکٹ ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا ہو۔ پتھر سینے سے لگائے وہ تقریبا دوڑتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچا۔ پھر پتھر پر بھی بار بار کوشش کر چکا تھا کہ پگڑی باندھ کر اس پہ کھمبے جیسے شَملہ بنا لے مگر بے سود، اس نے چادر کو سامنے رکھا اور اسے گھورنے لگا۔ گھورتے گھورتے

وہ ہڑبڑا کر آگے بڑھا، تیزی سے پگڑی باندھنا شروع کیا اور پھر شملہ باندھنے سے پہلے وہ دوبارہ کمرے سے نکل گیا، اس بار جب وہ واپس آیا تو اس کے ایک ہاتھ میں درخت کی لچکیلی شاخیں تھیں جو کہ وہ ابھی درخت سے توڑ کر لایا تھا اور دوسرے ہاتھ میں سوئی دھاگہ، دھاگہ آپریشن کے بعد ٹانکوں کے لئے استعمال ہونے والا تھا۔ اس نے شملہ کے حصے آنے والا کپڑا پھیلایا اور پھر اس پہ شاخیں لمبائی کے رخ رکھتا گیا۔۔ اور پھر تھوڑی سی دیر میں شاخوں کو کپڑے کے ساتھ ٹانکے لگا کر پیچھے ہٹا، کولہوں پہ ہاتھ رکھ کر وہ پگڑی کا جائزہ لیتے اس نے گلہری کی دُم جیسی مونچھوں پہ ہاتھ پھیرا۔

"بطوط خانا۔۔۔ تم شہزادی ہے۔۔۔" اس نے فخر سے سینہ تان کر کہا۔

"یہ تو بہت بڑا بے وقوف ہے۔" سکرین پہ نظریں جمائے ہوئے تین افراد میں سے ایک نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

وہ تینوں ایک بڑی سکرین کے سامنے موجود تھے جس میں بطوط خان نظر آرہا تھا اور وہ کافی دیر سے پوری دلجمعی کے ساتھ اس کو دیکھ رہے تھے، اس کی حرکات کو نوٹ کر رہے تھے۔

"ہاں۔۔بے وقوف تو ہے مگر دماغ کام بھی کرتا ہے، تم نے دیکھا نہیں اس نے کس طرح اپنا مسئلہ حل کر لیا، اس سے ہمیں خطرہ بھی کوئی نہیں، اور سب سے اہم بات ہے کہ وہ دل نہیں ہارا۔۔" دوسرے شخص نے مسکرا کر کہا۔

"دیکھو شفو۔۔ایسا نہ ہو کہ ہم اسے باس کے سامنے پیش کر دیں اور بعد میں اپنی جان کے لالے پڑ جائیں۔" تیسرے شخص نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہمیں صرف ایک کام کرنا ہے، جو کام ہم بطوط خان سے لینا چاہتے ہیں وہ جب اسے بتایا تو ایک بار تو یہ بدک جائے گا، لیکن اگر اس کے ذہن کو ایک بار زیر کر لیا تو زندگی بھر کے لئے ایک مفت کا ڈاکٹر ہاتھ لگ جائے گا۔" شفو نے کہا۔

"اور اگر وہ نہ مانا تو؟" پہلے نے کہا۔

"تو جہاں اس کا بھائی یوسف ہے، وہیں پہنچا دیں گے، اس کے پیچھے کون آئے گا۔" شفو لاپرواہی سے بولا۔

"ٹھیک ہے، پھر تم ہی جاؤ اس شہزادی کو سمجھانے، ہم یہاں بیٹھ کر دیکھتے اور سنتے ہیں۔ "پہلے نے ہنستے ہوئے کہا تو باقی دو بھی ہنس پڑے۔

"اوکے۔۔ امید ہے جلدی ہی کام ہو جائے گا۔ "شفو نے کہا اور اٹھ کر باہر کی طرف بڑھا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے زینے چڑھتا گیا اور عمارت کے اوپری حصے میں پہنچا جہاں پہ بطوط خان کو رکھا گیا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو بطوط خان تیزی سے کھڑا ہو گیا۔

"اَم کو تو تم نے جیل خانہ بنادیا ہے۔۔ "اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے بھائی کو تلاش کرنے میں لگا ہوا تھا۔ وہ ابھی تو نہیں ملا، تم سے کچھ معلومات درکار ہیں۔ "شفو نے اس کے سامنے پڑی خالی کرسی پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بولو۔۔۔ کیا بیکار ہے۔۔ "بطوط نے جھٹکے سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بیکار نہیں، درکار۔۔۔تم اپنے بارے میں بتاؤ، تمہاری آبائی علاقہ، والدین، رشتہ دار، تم کیسے ڈاکٹر بن گئے؟ وغیرہ وغیرہ۔۔" شفو نے سوالات کی لسٹ کھولی۔

"اَم اس شہر میں کافی عرصے سے ہے، والدین اور رشتہ دار نہیں ہے، سب ہم سے جلتے ہیں اور آبائی گاؤں میں رہتے ہیں جہاں جاتے ہوئے دو دن لگتے ہیں اور آدمی کا معدہ دل میں، جگر سر میں، گردے حلق میں پہنچ جاتی ہے وہاں تک جاتے ہوئے۔ اور تم نے یہ کیوں کہا کہ اَم ڈاکٹر کیسے بنی؟ تم کو اَم پہ شک ہے؟" بطوط بات کے آخر تک بھڑک گیا۔

"نہیں نہیں۔۔تم بہت ذہین ہو اس لئے پوچھا کہ تم سائنسدان کیوں نہیں بنے؟ ڈاکٹر کیوں بن گئے۔۔" شفو نے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

حالانکہ اس نے واقعی طنزاً پوچھا تھا جسے بطوط سمجھ گیا تھا، یہ اس کی حاضر دماغی کا ثبوت تھا۔

"ڈاکٹر ہی سائنسدان ہوتی ہے کیونکہ پورے دنیا میں ڈاکٹر مریض کے جسم میں وہ بیماری بھی بتا دیتی ہے جو کہ مریض کو ہوتی ہی نہیں اور بعد

میں ٹیسٹ سے بھی وہ بیماری ثابت کر کے دکھاتا ہے، کوئی مائی کا لال یہ نہیں کر سکتی۔ ڈاکٹر کو اس سے بھی فرق نہیں پڑتی کہ مریض انسان ہے یا جانور کیونکہ دونوں کے علاج کا ایک ہی طریقہ ہوتی ہے تبھی انسان ٹھیک بھی رہتی ہے۔" بطوط نے سر دھنتے ہوئے فلسفہ جھاڑا مگر اس کا فلسفہ سن کر شفو چونک پڑا۔

"جانور والے علاج سے انسان کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے؟" اس کے لہجے میں حیرت سے زیادہ کوئی خاص چیز شامل تھی جسے سمجھا نہیں جا سکتا تھا۔

"انسان اگر انسان رہے تو اتنا بیمار کیوں رہے؟ ہر طرف بیماری ہی بیماری ہے۔ شروع میں اَم انسانوں کا ڈاکٹر بننا چاہتا تھا مگر پھر اَم نے اس ارادے کو شادباد کہہ دیا۔"

"شادباد نہیں، خیرباد ہوتا ہے"۔۔ شفو کا قہقہہ بلند ہوا۔

مگر بطوط رکا نہیں، اس نے بات جاری رکھی۔ "انسان کے دماغ میں کیڑا ہے جو اسے ٹھیک نہیں ہونی دیتی، انسان بے یقینی میں رہتی ہے جس کا علاج اَم نہیں کر سکتی تھی، اس وجہ سے اَم جانوروں کا ڈاکٹر بن گئی،

جانور اس بیماری سے پاک ہے۔۔ وہ جلدی ٹھیک ہوتی ہے۔" بطوط نے بات مکمل کی۔

"تم تو بہت بڑے فلسفی ہو یار۔۔ کدھر ڈاکٹری میں گھس گئے۔" شفو نے ستائش بھری نظروں سے اسے دیکھا جس نے جانے انجانے میں بہت کام کی بات کر دی تھی۔

"اصل میں اَم صاف بات کرنے کا عادی ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ میرے سر کا ایک بلب جلا ہوا ہے جس وجہ سے اَم بہت سادی ہے۔ اس کے علاوہ تم نے کچھ اور بھی پوچھا تھا، غیرہ غیرہ۔۔ کیا تھی وہ؟" بطوط نے سر کھجاتے ہوئے پوچھا جیسے بہت مشکل میں پڑ گیا ہو۔

"وغیرہ وغیرہ۔۔۔ یہ لفظ ویسے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔" شفو نے اسے سمجھایا۔

"ویسے تو اس دنیا میں کچھ بھی نہیں ہوتی، اَمارہ اماں کو یہی سمجھاتا ہے، مگر

اس وغیرہ وغیرہ میں لفظ 'غیر' آتی ہے اس وجہ سے اَم اسے نہیں جانتی۔۔یہ بے غیرتی ہے، بے غیرتی میں بھی غیر ہے، مگر ہے "بے" کے ساتھ اس واسطے یہ جائز ہے۔۔" بطوط نے کہا۔

"اب میں تمہیں ایک کام بتانے لگا ہوں جو تم نے کرنا ہے، اس کے بدلے میں بہت سے پیسے اور نسوار ملی گی۔"

شفو نے کہا تو نسوار کا سن کر بطوط نے ہونٹوں پہ زبان پھیری مگر جب شفو نے کام بتانا شروع کیا تو اس کے ہونٹ فوری خشک ہوتے گئے اور آنکھیں پھیلتی گئیں۔

"ی۔۔۔ی۔۔یہ تو گناہ ہے۔۔۔" وہ کانپتے ہوئے چیخا۔۔وہ جھٹکے سے کھڑا ہو گیا تھا اس کے ساتھ ہی شفو بھی کھڑا ہوا، شفو کے چہرے پہ الجھن نمودار ہوتی گئی۔۔۔

★

وہ تینوں اس قید خانے سے نکلے تو عمارت کو خالی پایا، دو گارڈز کے علاوہ وہاں کوئی نہ تھا جنہیں بڑی آسانی سے انہوں نے زیر کیا اور وہاں سے نکل گئے۔ کبیر اور جمال نے کچھ وقت کے لئے اکھٹے کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کے پیچھے دونوں کے ذہن میں ایک ہی سوچ تھی کہ ٹیم میں اگر قابل ساتھی کا اضافہ ہو جائے تو بہتر ہے۔

جمال اور زوبی کو جب اغواء کیا گیا تو جمال نے ایک مجرم کے ہاتھ کی پشت پہ ایک چھوٹا سا گول دائرہ دیکھا تھا جس کا رنگ سیاہ تھا اور ایک جگہ پہ سانپ کا منہ بنتا تھا۔ وہ یہ نشان پہچانتا تھا جبکہ کبیر کو اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ قید والی جگہ سے نکل کر وہ لوگ جمال کے ایک خفیہ اڈے پہنچے جہاں سے ماسک میک اپ اور لباس کی تبدیلی کے بیٹھے تھے۔ کافی کا دور چل رہا تھا۔

"اگر ہم وہاں گھس بھی گئے تو جتنے لوگ تم نے بتائے ہیں، ان میں سے شکار لے کر نکلنا بہت مشکل ہو جائے گا۔" کبیر نے کہا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نہیں، وہ وہاں سے کم ہی نکلتا ہے۔" زوبی نے اس کے چہرے پہ نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔

"اسے وہاں سے نکالنے کے لئے پلان کرنا چاہئے، ایسا پلان جس سے وہ ہم سے مشکوک بھی ہو جائے اور پھر بھی ہم پہ ہاتھ نہ ڈالے، الٹا خود باہر نکلے یا اپنے لوگ ہماری نگرانی پہ لوگ چھوڑے۔ پھر ہم ان کے ذریعے اسے شکار بنا سکتے ہیں۔" جمال نے کہا۔

"تو پلان بتاؤ پھر۔۔۔" زوبی نے جمال کی طرف دیکھا۔

"وہی تو سمجھ نہیں آ رہا۔۔ نہ تو ظاہری طور پہ وہ کوئی غیر قانونی کام کرتا ہے جس کی آڑ میں اس تک پہنچیں اور نہ ہم سرکاری حیثیت سے جا سکتے ہیں کیونکہ وہ براہِ راست اس کام میں ملوث ہے، ایسا مجھے یقین ہے۔"

جمال نے سنہرے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس ایسا آدمی ہے جو پلان بنانے میں ماہر ہے۔" کبیر نے کہا تو جمال اور زوبی چونک کر سیدھے ہوئے۔

"کون؟" جمال نے پوچھا۔

"ہے وہ بھی سرکاری بندہ مگر کس ادارے سے ہے، یہ نہیں بتا سکتا۔۔ اگر تم لوگ کہو تو اس سے بات کروں؟" کبیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر بات باہر نکل گئی تو؟"

زوبی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا جبکہ جمال سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"وہ مجھ سے زیادہ محبِ وطن ہے اور بااعتماد شخص ہے۔" کبیر نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا تو زوبی نے جمال کی طرف دیکھا۔

"اوکے۔۔۔ہم بھی دیکھیں وہ کیا پلان بناتا ہے۔۔" جمال نے بڑا سانس اندر کھینچتے ہوئے کہا۔

کبیر نے مسکراتے ہوئے موبائل نکالا اور کال ملائی مگر کافی دیر تک کال جانے کے باوجود کال ریسیور نہ ہوئی تو کبیر نے موبائل جیب میں ڈال لیا۔

"وہ مصروف ہے۔۔" کبیر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پھر ہمیں ہی پکچھ۔۔۔" زوبی نے کہا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی تو کبیر نے تیزی سے موبائل نکالا اور نمبر دیکھ کر اس کے چہرے پہ مسکراہٹا بھری۔

"کدھر مصروف ہیں جناب؟"

"کچھ کام ہے یار۔۔۔ خیریت، تم نے کال کی؟" دوسری طرف سے ساحر کی سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"اگر تم مصروف ہو تا its ok۔۔ پھر بات کر لیں گے۔" کبیر نے اس کی سنجیدگی نوٹ کر لی تھی۔

"اتنا بھی مصروف نہیں، بولو تم۔۔"

"ایک مسئلہ آن پڑا ہے۔" کبیر نے اس مختصر اَساری کہانی سنائی۔

"تو الجھن کیا ہے؟" ساحر نے پوچھا۔

"الجھن یہ ہے کہ وہ اپنے اڈے سے نکلتا نہیں، اڈے میں لوگوں کی تعداد اتنی ہے کہ اسے لے کر نکلنا بہت مشکل ہے اور نکل بھی آئے تو وہ لوگ پیچھے پڑ جائیں گے۔" کبیر نے کہا۔

"تم شہر کے کسی بڑے شخص کے ملازم بن کر جاؤ، اسے کہو کہ صاحب کی گاڑیوں کی ریپیرنگ کا مستقل ٹھیکہ دینا ہے، اس کے لئے رہائش گاہ پہ ملاقات کے لئے وقت دے اور صاحب کی کوٹھی آجائے۔" ساحر نے کہا۔

"اس میں مشکوک بات کیا ہے جس وجہ سے وہ اڈے سے نکلے یا اپنے لوگ ہمارے پیچھے لگائے؟" کبیر نے منہ بنایا۔

"بات پوری سن لیا کرو۔۔ وہاں سے نکلتے ہوئے ڈکٹا فون لگا کر آؤ، مگر اس طرح لگاؤ کہ وہ تم سے مشکوک ہو جائے اور مطمن بھی رہے گا کہ تم اس کی باخبری سے انجان ہو، ورنہ تو جا کر مشکوک انداز میں پوچھ گچھ کر کے بھی اپنے پیچھے لگا سکتے ہیں، لیکن اگر وہ ذہین ہوا تو سمجھ جائے گا کہ تم اسے پھانسنے کے لئے ایسا کر رہے ہو، ڈکٹا فون والا کام ٹھیک ہے۔" ساحر نے کہا تو کبیر اچھل پڑا۔

"ویری گڈ۔۔ میں سمجھ گیا۔۔ تھینک یو۔۔" کبیر نے کہا اور دوسری طرف سے کچھ کہے بغیر کال ہی بند ہو گئی۔

"کیا رہا؟" جمال نے پر اشتیاق لہجے میں پوچھا تو جواب میں کبیر نے ساحر کا پلان بتایا۔

"ویری گڈ۔۔ بڑا سادہ سا پلان ہے۔۔" جمال نے تحسین بھرے لہجے میں کہا۔

"اس میں ترمیم کر لیتے ہیں، ڈکٹا فون کی بجائے کسی ایسے شخص کا نام لیتے

ہیں جو کہ خود خطرناک ہو، اس سے ویسے ہی ممتاز صاحب مشکوک ہو جائیں گے اور کام بن جائے گا۔" کبیر نے کہا۔

"ہاں یہ بھی بہت اچھا ہے، ترمیم کی بجائے دونوں کام کر لیتے ہیں۔ مگر ایسا شخص ہے کون جس کا نام لینے سے یہ جادو ہو گا؟" زوبی نے مسکرائی۔

"نواب حشمت گردیزی۔۔"

کبیر نے سادہ سے لہجے میں کہا مگر جمال اور زوبی پہ اس کا الٹا اثر پڑا، وہ دونوں حیرت سے اچھل پڑے۔

"وہ۔۔ان کی تو حکومتی اداروں میں بہت جان پہچان ہے اور خود بھی بہت سخت انسان ہیں۔ ان کو چھوڑو، ان کا بیٹا بھی بہت خطرناک آدمی ہے۔ تم رہنے دو۔۔ اگر انہیں معلوم ہوا تو ہم لوگ بھی مارے جائیں گے۔" جمال نے جھر جھری لیتے ہوئے کہا۔

"میں دیکھ لوں گا، وہ پاپا کے جاننے والوں میں سے ہیں، کچھ مسئلہ ہوا تو میں سنبھال لوں گا۔" کبیر ان کی حالت سے لطف اندروز ہو رہا تھا۔

"پھر تو ان کا بیٹا تمہارا دوست ہو گا، میں نے سنا ہے نواب صاحب کا بیٹا، ساحر علی گردیزی، بہت عجیب سا شخص ہے؟۔۔" جمال نے نجانے کیوں پر اشتیاق لہجے میں کبیر سے پوچھا۔

"نہیں، دوست تو نہیں۔۔۔ویسے کبھی کبھار ملاقات ہو ہی جاتی ہے، جہاں تک میں جانتا ہوں وہ خطرناک ضرور ہو گا مگر عجیب تو ہے، اپنے ہی مینشن میں ایک طرف اس نے اپنا کچا گھر بنایا ہوا ہے اور اسی میں رہتا ہے۔" کبیر نے کہا۔

"امیر زادوں کے چونچلے ایسے ہی ہوتے ہیں، مگر عجیب اس وجہ سے نہیں کہا، سنا ہے کہ وہ کوئی انجنیئر قسم کی مخلوق ہے اور کرمنالوجی میں

ڈگری لے رکھی ہے، کرتا کیا ہے۔۔ یہ کوئی نہیں جانتا۔۔ ذہین اور تیز حس مزاح کا شخص ہے، اپنے علاقے میں اس کی اور اس کے باپ کی بہت عزت اور دبدبہ ہے۔ کئی بار میں نے اسے مختلف موقعوں پہ دیکھا ہے، اس کا مزاج کبھی بھی ایک جیسا نہیں رہا، جب میں بدلے ہوئے مزاج میں دیکھا، یوں ہی محسوس ہوا کہ پہلی بار اس شخص کو دیکھ رہا ہوں، معلوم نہیں کہ اداکاری کرتا ہے یا کوئی دماغی خلل ہے۔۔ مگر ہر مزاج میں ذہانت میں کمی نہیں پائی۔ میں نے کافی نظر رکھی، کیونکہ مجھے شک تھا کہ وہ بھی کوئی خفیہ ایجنٹ ہے مگر کبھی ثابت نہیں ہوا۔"

جمال نے کھل کر تبصرہ کیا اور پھر چونک کر ان دونوں کی طرف دیکھا جو حیرت سے اس کو بولتے دیکھ رہے تھے۔

"کیا ہوا؟" اس نے بے ساختہ پوچھا۔

"تم کن چکروں میں پڑے رہتے ہو؟" زوبی نے حیرت سے پوچھا۔

جبکہ کبیر دل ہی دل میں جمال کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا، اور ایسا بھلا کیوں نہ ہوتا، بات ہی اس کے سب سے قریبی دوست کی ہو رہی تھی۔

"ویسے ہی جب فارغ ہوتا ہوں تو ایسے کاموں میں لگ جاتا ہوں۔" جمال مسکرایا۔

"ساحر گردیزی کو کام کرنے کی کیا ضرورت، باپ نواب ہے، اس کے پیسے پہ عیاشی کرتا ہے۔"

کبیر نے مسکرا کر لقمہ دیا، شاید وہ ساحر سے متعلق مزید کچھ سننا چاہ رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے، مگر عیاشی کرنے والا لگتا نہیں، ضرور کچھ ہے جو میرے سامنے نہیں آیا، خیر کبھی نہ کبھی تو پتہ چل ہی جائے گا، فی الوقت چلو ،کام کریں، تم جانو اور نواب حشمت اور ان کا بیٹا۔۔" جمال نے کافی کا کپ رکھ کر اٹھتے ہوئے کہا تو زوبی اور کبیر بھی کھڑے ہوئے۔

وہ تینوں آگے پیچھے چلتے ہوئے گیراج میں پہنچے، وہاں سے دو کاروں میں سوار ہو کر وہ نکلتے گئے۔ ان کا رخ آٹو کلینک کی طرف تھا، ان کا شکار ممتاز تھا، جسے حاطب ملا تھا اور جو حاطب کے کہنے پہ کسی سٹاک کو جمع کرنے میں لگ گیا تھا۔

* * *

بروکر (ممتاز)، ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے، میز پہ جھکے جھکے انداز میں مجسمے کی طرح ساکت بیٹھا ہوا تھا، اس کی آنکھیں اس بات کی خماز تھیں کہ اس کا دماغ کسی گہرے سمندر میں غوطہ خوری کر رہا ہے۔

کچھ دیر پہلے اس کے پاس ایک لمبا تڑنگا اور مضبوط جسم کا مالک نوجوان آیا تھا جس نے اپنا نام اکبر بتایا اور ممتاز کو گاڑیوں کی ریپئرنگ کا ایک لمبا سودا دینے کی بات کی۔

ممتاز خود، اور اس کے پاس شہر کے بہترین مکینکوں کی فوج تھی جس وجہ سے وہ شہر میں کافی شہرت رکھتا تھا، اس شہرت اور آٹو کلینک کی مہارت کے سبب بڑے لوگوں کا گاڑیاں وہیں سے ٹھیک ہو کر جاتی تھیں، یہاں تک تو بات ٹھیک تھی، مگر یہ نوجوان خود بھی اسے مشکوک لگا کیونکہ اس کے انداز میں سرکاری بندوں والی بُو شامل تھی، اس کے علاوہ اس نے جس شخصیت کی گاڑیوں کا ٹھیکہ دینے کی بات کی، وہ رہتی تو شہر سے ہٹ کر تھی مگر اس کا چرچہ ایسے زبان زدِ عام تھا جیسے مہنگائی۔

نواب حشمت گردیزی جانی مانی ہستی تھے، جن کو نوابی اور اس کے ساتھ دولت ورثے میں ملی تھی، وہ اپنے انداز و اطوار میں مکمل نواب تو نہ تھے مگر نواب سے کم بھی نہ تھے۔ پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑانا ان کی شان تھی اور خواہ مخواہ کی ہمدردی کے جراثیم کوئی بھی صابن ان کے جسم میں سے تلف نہ کر پا رہا تھا۔ حکومتی اداروں میں اپنے آبائی اثرورسوخ کی وجہ سے بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ دولت اور نوابی کے باوجود ان کی طبیعت قانون پسند اور "امن کی آشا" کے گرد منڈلانے والی فاختہ تھی۔ عمر پچپن کے آگے پیچھے، مگر تندرستی آرمی کے افسروں جیسی کہ جو بوڑھے ہو کر بھی جوان لگتے ہیں، اکثر معاملات کو خود سنبھالتے تھے مگر کبھی کبھار ان کا بیٹا بھی منظرِ عام پہ آتا تھا۔ حشمت گردیزی جن معاملات میں سیر تھے، وہ ان میں سوا سیر تھا مگر سامنے کم ہی آتا تھا۔ ممتاز جیسے لوگوں کے پاس حشمت گردیزی جیسے لوگوں کی "کنڈلی" ہمیشہ سے موجود رہی ہے کیونکہ ایسے لوگ کبھی بھی "شَنی" کی طرح نامناسب "مہورت" پہ وارد ہو سکنے کی صلاحیت سے مالا مال تھے۔ اس نوجوان اکبر کا انداز، حشمت گردیزی کا

نام اور پھر سب سے اہم بات، وہ نوجوان جاتے جاتے خفیہ طور پہ ڈکٹا فون لگا کر گیا جو ممتاز نے دیکھ لیا تھا۔

ڈکٹا فون کی وجہ سے ممتاز کے ذہن میں جو خیال ابھرا، وہ یہی تھا کہ حشمت گردیزی کے لوگ اس کی راہ لگ چکے ہیں اور کافی دیر سوچنے کے بعد اس نے حاطب سے بات کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ حشمت گردیزی یا اس کا بیٹا ممتاز جیسے لوگوں کے بس کا روگ نہیں تھے۔ اس نے سب سے پہلے تو اپنے ڈکٹا فون کو چھیڑے بغیر دوسرے کمرے سے اپنے ایک آدمی کو کال کی اور اسے اکبر نامی نوجوان پہ نظر رکھنے کا حکم صادر کیا اور پھر نمبر ملایا۔

"یس۔۔" دوسری طرف سے عجیب سی وحشت سے بھرپور آواز سنائی دی۔ وہ آواز حاطب کی ہی تھی۔

"بروکر بول رہا ہوں باس۔۔۔ ایک مسئلہ آن پڑا ہے۔۔" اس نے مودبانہ انداز میں کہا اور پھر اکبر کے آنے سے اب تک کی ساری تفصیل بتائی۔

"تمہارے پاس بہت سے لوگ ہیں، تم یہ معاملہ نہیں سنبھال سکتے؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا، لہجے کی وحشت قائم تھی۔

"نہیں باس۔۔ نواب فیملی میری اپروچ سے باہر ہے۔" اس نے دوٹوک جواب دیا۔

"حشمت گردیزی کہاں ملے گا؟" حاطب نے پوچھا۔

"وہ نواب مینشن میں ہی رہتا ہے، بغیر کسی ضروری کام کے نہیں نکلتا اور اس کا پروگرام بھی کم لوگ ہی جانتے ہیں کہ آئندہ کیا کرنے والا ہے اور کہاں جانے والا ہے۔" بروکر نے کہا۔

"اور ساحر گردیزی؟ اس کا بیٹا، وہ کیسا شخص ہے؟" حاطب نے پوچھا۔

"اپنے باپ جیسا ہی ہے، بس ہے اس سے تیز اور ذہین، وہ اکثر اپنے مینشن کے تہ خانے میں ہی پایا جاتا ہے، اس کا شوق مشینوں پہ تجربے کرنا ہے۔ مینشن سے بہت کم نکلتا ہے اور جب بھی نکلتا ہے اس کے گارڈز اس کے ساتھ ہوتے ہیں، اس کے گارڈز بھی بہت خطرناک قسم کے لوگ ہیں، چھٹے ہوئے غنڈے نظر آتے ہیں مگر اس کے اشارے پہ جان بھی چھڑکتے ہیں۔" بروکر نے کہا۔

"ان کی رہائش گاہ کی تفصیلات، حلئے وغیرہ مجھے بھیج دو۔۔ اور اگر اکبر کی نگرانی کرنے والا تمہارا آدمی کوئی رپورٹ دے تو مجھے انفارم کرنا، دیکھتے ہیں کہ ان کا کیا کرنا ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا صرف نام استعمال کیا جا رہا ہو۔۔" اس نے کہا۔

"ہو سکتا ہے باس۔۔۔" ظاہر ہے بروکر کیا جواب دیتا۔

"میرے خیال سے ایسا ہی ہے، کیونکہ جس طرح کی طاقت ان کے پاس ہے وہ تمہیں براہِ راست بھی اٹھا سکتے تھے پھر انہیں کیا ضرورت پڑی تھی اس ڈرامے کی۔۔ ہو سکتا ہے کوئی چاہتا ہے کہ تم انجانے میں ان سے ٹکرا جاؤ اور ختم کر دیئے جاؤ۔" جواب ملا۔

"اس کا مطلب ہے کہ کوئی ہماری راہ لگ چکا ہے۔۔" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی ہمارے موجودہ کام کے بارے میں جانتا ہو، ہو سکتا ہے تمہاری کوئی پرانی دشمنی ہو، لیکن ہم رسک نہیں لیں گے۔" حاطب نے کہا۔

ٹھیک ہے باس۔۔۔ اور کوئی حکم؟" ممتاز نے پوچھا۔

"ہاں۔۔ جو ڈکٹا فون تمہارے کمرے میں لگا ہوا ہے اسے کو لگا رہنے دو، نارمل رہ کر کام کرو۔۔ باقی میں دیکھ لوں گا۔" حاطب نے کہا اور کال بند ہو گئی۔

وہ اٹھنے ہی لگا تھا کہ فون کی گھنٹی سن کر پھر بیٹھ گیا، اس نے پھرتی سے کال اٹنڈ کی۔

"یس۔۔ آٹو کلینک۔۔۔" اس نے کاروباری انداز میں کہا۔

"جواد سپیکنگ باس۔۔۔ میں نے شکورے اور جیدے کو اکبر پہ نگرانی پہ رکھا تھا، اکبر یہاں سے شاہراہِ روشن پہ موجود ایک بلڈنگ کے فلیٹ میں گیا ہے اور ابھی تک وہی موجود ہے۔۔ کیا وہ لوگ نگرانی جاری رکھیں؟۔" دوسری طرف سے مودبانہ آواز سنائی دی۔

"ایک کام کرو۔۔ ان لوگوں کو نگرانی پہ ہی رکھو۔۔ مگر کسی اور گروپ کو ہائر کرو اور اس اکبر کو اغواء کرواؤ۔۔ مگر خیال رہے کہ ہم لوگ کہیں

بھی سامنے نہ آئیں ورنہ لمحے بھر میں ہم اس دنیا سے غائب ہو سکتے ہیں، اکبر کے پیچھے بہت بڑا طوفان ہے۔۔" ممتاز نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔۔ میں احتیاط کروں گا۔۔ کوئی بھی نہیں جا سکے گا کہ اکبر کو زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔" جواد نے کہا تو ممتاز نے اوکے کہہ کر فون بند کر دیا۔

حاطب کی بات سے اس کے ذہن میں یہ خیال پختہ ہو گیا کہ اکبر نے جان بوجھ کر حشمت گردیزی کا نام لیا ہے، لہذا اس نے سارے جھنجھٹ سے بچنے کے لئے اکبر کو ہی اٹھانے کا سوچ لیا مگر ایسا کرتے ہوئے اس نے احتیاط کا دامن نہ چھوڑا تھا، وہ جانتا تھا کہ جواد اس معاملے میں ہر طرح کے مسائل کو سنبھال لے گا۔

اکبر کو توڑ کر وہ حاطب پہ اپنی کارکردگی ثابت کرنے والا تھا، حاطب کے سامنے حشمت گردیزی اور اس کے بیٹے سے ڈر کر بات کرتے ہوئے اسے بہت شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔

★

رات کی چادر اپنی طاقت کے مطابق پھیلتی گئی اور آدھی رات تک تو نظروں کو یہ دھوکہ ہونے لگا کہ شاید ہمیشہ سے اندھیرا ہی رہا ہو۔ اس شدید اندھیرے میں محبوبہ کی زلفوں پہ ہاتھ پھیرنے جیسے ، ایک کچی سڑک پہ ایک بڑی سی جیپ اندھیرے پہ ٹائر پھیرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی، جیپ جیسے مزے لے لے کر چل رہی تھی، اس کا رخ اندھیرے سے اندھیرے کی ہی طرف تھا۔

کافی دیر چلنے کے بعد گاڑی ایک جگہ پہ رکی، اس میں سے کچھ لوگ نکلے اور گاڑی کی پچھلی طرف بڑھے، جیپ کے پچھلے دروازے کو کھول کر انہوں نے مزدوروں والے ہتھیار نکالے اور دروازہ بند کر کے مڑے۔ تب تک جیپ کا دروازہ کھول کر کوئی ہیولہ سا باہر نکلا اور پھر فوری واپس مڑا۔

"اوہ۔۔ اَمارہ عزت تو زمین پہ گر گئی۔۔۔"

بطوط خان کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور ہیولہ نما بطوط خان زمین پہ جھکا۔

جیپ سے نکلتے ہوئے اس کی پگڑی جیپ کے کھلے دروازے کی اوپری طرف لگ کر سر سے الگ ہوتی ہوئی زمین بوس ہو گئی تھی۔

"اس بے وقوف کو باس نے ہمارے ساتھ کیوں بھیج دیا؟"۔۔ایک دبی دبی آواز سنائی دی۔

"مجھے کیا معلوم۔۔کام تو ہم نے کرنا ہے، یہ پِٹھو کی طرح ہمارے اوپر لاد دیا گیا ہے۔" چلتے چلتے دوسری آواز ابھری۔

"اس کا ٹیسٹ ہے ہمارے ساتھ آنا۔" ایک قدرے سخت آواز سنائی دی اور پھر خاموشی چھا گئی۔

وہ سب آگے آگے چل رہے تھے، بطوط ان کے پیچھے پیچھے تھا، جلد ہی وہ ایک جگہ پہنچ کر رک گئے اور ان میں سے ایک شخص نے جھینگر جیسی آواز نکالی تو کچھ دیر بعد تھوڑے فاصلے سے جواب میں جھینگر کی آواز ابھری، جسے سن کر وہ آگے بڑھے۔

"تمہارے گلے میں جھینگر بی ہے اور تم اَم کو بتایا ہی نہیں۔۔۔وہ جھینگر کیا کھاتی ہے؟؟"بطوط کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"کم از کم تمہاری طرح سر نہیں کھاتا وہ جھینگر۔۔" وہی سخت آواز سنائی دی جسے سن کر اس کے ساتھی چپ کر گئے تھے۔

"کھانے کا چلو تو ٹھیک ہے، مگر وہ جو کچھ بھی کھاتی ہے وہ تمہارے گلے میں ہی نکالتی ہے؟۔۔۔۔۔۔ آخ۔۔۔ تھو۔۔۔ تھو۔۔۔۔"

بطوط نے خود ہی بات کی اور پھر گلہ پکڑ کر بیٹھ گیا جب کہ دوسری طرف دبے دبے قہقہے ابھرے۔

"بکواس بند کرو سب۔۔۔ یہ نہ ہو پکڑے جائیں۔"

سخت آواز سنائی دی، جس میں سختی کے ساتھ ساتھ خفت بھی تھی، اس بار بطوط بھی سہم گیا تھا۔

اسی وقت ہلکی سی روشنی ابھری اور بطوط خان چیخ مار کر دھپ سے گرا۔

"قبریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اس کے ہونٹ ہلے، اس کا انداز ایسا تھا جیسے اچانک شاک لگا ہو۔

"تمہیں کیا لگا کہ ہم اس وقت کھیتی باڑی کرنے نکلے ہیں۔"

مسکراتی آواز کے ساتھ سب نے اوازار ایک طرف ترتیب سے رکھے اور کدال والا شخص آگے بڑھا۔

اس کے بعد ماحول میں کدال چلنے کی آواز کے علاوہ کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا، اس کی آواز بھی کچھ خاص نہ تھی جو یہ ظاہر کرتی تھی کہ قبر ابھی نئ ہی ہے اور کدال بڑی آسانی سے اسی کھولتی گئی۔ ادھر بطوط خان تشہد کے سے انداز میں دوزانوں بیٹھا شاید آنکھیں پھاڑے سامنے کھلتی قبر کو دیکھ رہا تھا۔

پہلی قبر کے ساتھ چند قبریں چھوڑ کر ایک اور قبر پہ کدال برسنے لگی۔ قبرستان کے باسی بھی شاید اس ناگہانی آفت سے ہڑبڑا اٹھے ہوں گے کہ آج کیا آفت آئی۔ ایک طرف تو لوگ دفنانے میں جلدی کرتے ہیں اور دوسری طرف بہت جلد ہی پھر واپس نکالنے کے فراق میں تھے۔

کچھ دیر بعد دونوں قبروں سے مٹی ہٹ چکی تھی، اب سیمنٹ کی پڑیاں ہلکی سی روشنی میں نظر آنا شروع ہو گئی تھیں، جنہیں دو، دو لوگوں نے مل کر اٹھایا اور بڑی احتیاط سے ایک طرف رکھا، پڑیاں ہٹنے کے بعد قبر میں روشنی ڈالی تو سفید کفن نظر آنے لگا جسے دیکھ کر بطوط خان لہرا کر

سجدہ ریز ہوتا گیا، اس کے حواس ساتھ چھوڑتے نظر آرہے تھے۔ انہوں نے مل کر میت کو نکالا، پھر دوسری قبر سے بھی میت نکالی اور ایک ساتھ دونوں کرر کھ کر، کولہوں پہ ہاتھ رکھے وہ لمبے لمبے سانس لینے لگے۔

عین اسی وقت گولی چلنے کی آواز سنائی دی تو وہ بدک گئے، ایک گولی کے بعد دوسری اور پھر تیسری۔۔۔ اس کے بعد تھوڑے ہی فاصلے پہ روشنیاں، روشنیوں کو دیکھ کر پتہ چل رہا تھا کہ وہ لوگ دوڑتے ہوئے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

"یہ کیا ہو گیا؟۔۔۔" ایک حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"جو بھی ہو گئی ہے، بھاگو۔۔۔ بجو آرہی ہے۔۔۔"

بطوط خان کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی مگر اس کی آواز نے باقی لوگوں پہ طاری سحر کو توڑ دیا۔

"نکلو یہاں سے۔۔۔ کسی غدار نے مخبری کر دی ہے۔۔" سخت آواز والے نے سب کو کہا۔

اور روشنیوں کے بالکل قریب پہنچنے سے بے مہار گدھوں کی طرح دولیتاں جھاڑتے وہ نکل پڑے، دولتیاں اس طرح کہ رستے میں قبریں تھیں اور گہرے اندھیرے میں کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا، کوئی منہ کے بل قبر چوم رہا تھا، کسی کا ایک قدم قبر پہ پڑتا تو دوسرا جیسے گہری کھائی میں اور وہ پنکچر شدہ گاڑی کی طرح "فٹے منہ" کہتا دھڑام سے اگلی قبر سے بغلگیر ہو جاتا جو گرنے سے بچے ہوئے تھے وہ لنگڑوں کے سے انداز میں اونچی نیچی سطح سے گزر رہے تھے جیسے قیدو دوڑ رہا ہوں۔۔۔ دن کا اجالا ہوتا تو اچھا خاصا سرکس تھا۔۔ ادھر پیچھا کرنے والے لگاتار روشنیوں سمیت ان کے پیچھے تھے اور وقتاً فوقتاً فائر بھی ہو جاتا جس سے ماحول کی سنجیدگی میں اضافہ ہو تا، کچھ ہی دیر میں پیچھا کرنے والے رک گئے کیونکہ سامنے ہموار سطح شروع ہو چکی تھی جس کا مطلب تھا کہ مفرور اب آسانی سے ہاتھ آنے والے نہیں۔

"کوئی بھی ہاتھ نہیں لگا۔۔۔" ایک نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"اچھی خاصی ورزش بھی ہو گئی، مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے بہت سی سیڑھیاں چڑھ کر آیا ہوں۔۔۔" دوسرے شخص نے کہا۔

"ساری محنت بیکار گئی۔" پہلی آواز نے کہا۔

"آ جاؤ تم لوگ۔۔ تم سے تو کچھ ہوا نہیں، مجھے ایک شکار مل گیا ہے۔۔"

دور سے نسوانی آواز سنائی دی تو وہ تیزی سے مڑے اور دوڑتے ہوئے آواز کی سمت میں بڑھے۔

"زوبی نے کام کر دکھایا۔۔۔" دوڑتے دوڑتے ایک شخص نے کہا۔

"تمہارے دوست کو شکریہ کہنا، اسی کے پلان کی وجہ سے کچھ تو ہاتھ لگا۔۔" پہلی آواز ابھری، وہ جمال تھا جبکہ اس کے ساتھ کبیر۔

جلد ہی وہ زوبی کے پاس پہنچ گئے۔ کھلی ہوئی قبروں کے ساتھ دفنائی گئی میتیں موجود تھیں جنہیں ہوا خوری کے لئے نکال لیا گیا تھا، دونوں خالی قبروں میں سے ایک قبر میں ایک سیاہ لباس والا شخص خونخوار آنکھوں سے روشن ٹارچ کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے روشنی سے اس کی آنکھوں پہ کوئی فرق نہ پڑ رہا ہو۔

اس کا ہاتھ ایک ٹانگ پہ تھا جو شاید زخمی تھی۔ اس کے چہرے سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ان تینوں کو کچا چبا جانا چاہتا ہو۔ زوبی نے اسے پسٹل کی زد پہ رکھا اور جمال قبر میں اترتا گیا۔

"جلدی نکل چلو۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ گھات لگائے بیٹھے ہوں۔۔" کبیر نے تیز لہجے میں کہا تو جمال کا بازو تیزی سے گھوما۔۔

"تم اسے لے چلو۔۔ میں گور کن سے کہہ کر یہ میتیں دفنانے کا انتظام کروا آؤں۔۔" جمال نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ وہ زخمی بے حس و حرکت پڑا تھا، وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

* * *

شام ہونے کو تھی، وہ دونوں اپنی اپنی جگہ پہ جمے ہوئے تھے۔ شکورا اور جیدا، دونوں اکبر نامی شخص کی نگرانی پہ مامور تھے جو کہ اپنے فلیٹ میں ہی گھسا ہوا تھا، نگرانی کرتے کرتے اب وہ بوریت کا شکار بھی ہو چکے تھے، ان کی سرشت نگرانی والی تو تھی نہیں جو صبر سے ٹِکے رہتے۔ انہیں تب تک اکبر کی نگرانی کرنی تھی جبکہ کچھ لوگ اسے اغواء کر کے نہ لے جاتے۔

کون اغواء کرنے والا تھا اور کیوں۔۔۔ یہ ان کے علم میں نہیں تھا۔ شکورا چونکہ نیچے بلڈنگ کے مرکزی دروازے سے ہٹ کر کھڑا تھا اس وجہ سے اس کی نظریں بار بار سڑک سے گزرنے والی گاڑیوں پہ زیادہ ٹک جاتی تھیں کہ شاید اغواء کرنے والے لوگ پہنچ گئے ہوں اور ان کی جان چھوٹے، خدا خدا کر کے آخر کار ایک سیاہ شیشوں والی ویگن آ کر رکی اور اس میں سے کچھ لوگ نکل کر عمارت کی طرف بڑھ گئے، شکورے نے فوری جیب سے موبائل نکالا اور جیدے کو کال کی جو کہ اکبر والی منزل پہ ہی موجود تھا اور اسے بتایا کہ کچھ لوگ آ رہے ہیں، وہ اپنے آپ کو چھپا لے۔

کال بند کر کے اس کی نظریں سامنے ویگن پہ جم گئیں۔ دس منٹ کے بے صبری بھرے انتظار کے بعد موبائل فون کی گھنٹی بجی، جیدا اسے کال کر کے بتا رہا تھا کہ اکبر کو اٹھا لیا گیا، شکورے نے اسے عمارت کے عقبی دروازے سے نکلنے کا کہہ کر کال بند کی، گاڑی سٹارٹ کی اور آہستہ سے آگے بڑھائی، دروازے تک پہنچتے ہوئے اس نے دیکھ لیا تھا کہ ویگن سے نکل کر جانے والے کسی کو کندھے پہ ڈالے نکل رہے ہیں، اس نے گاڑی کی رفتار بڑھائی، اس کا کام ختم ہوا اور اب جیدے کو لے کر وہ اڈے پہ جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

اکبر اپنے کمرے میں موجود تھا جب کمرے کے دروازے پہ دستک ہوئی، دستک کے ساتھ ہی اس کے موبائل کی گھنٹی بجی، اس نے کال اٹنڈ کی۔

"ہاں جمال۔۔۔" اکبر نے تیز لہجے میں کہا۔

"کبیر، تمہیں شاید اغواء کرنے کچھ لوگ پہنچ چکے ہیں، ہم ان کا پیچھا کریں گے۔" جمال نے کہا اور کال بند ہو گئی۔

اکبر، جو کہ کبیر تھا مسکرا کر اٹھا، سیل فون جیب میں رکھا اور ڈھول کی طرح بجنے والا دروزاہ کھولا، اسے دھکہ دیتے چار افراد اندر داخل ہوئے، سب کے چہرے ان کی زلفوں نے ڈھانپ رکھے تھے۔

"تمہارا نام اکبر ہے؟" ایک دھاڑا۔

"ہاں۔۔ تم لوگ کون ہو؟"

کبیر نے سخت لہجے میں کہا مگر جواب ملنے کی بجائے وہ چاروں یکلخت اس پہ جیسے اولوں کی طرح برس پڑے، کبیر نے مناسب سے کوشش کے بعد بے ہوش مناسب سمجھا، اس کے گرتے ہی انہوں نے چادر میں لپیٹ کر کبیر کو اٹھایا اور کمرے سے نکل کر لاپرواہی سے لفٹ کی طرف بڑھتے گئے۔ لفٹ سے گراؤنڈ فلور پہ پہنچے جہاں کاؤنٹر پہ موجود شخص اوندھے منہ پڑا تھا اور ایک شخص اس پہ پستول تانے کھڑا تھا۔

"ہمارے جانے تک کیمرے مت آن کرنا۔۔۔" پستول والا غرایا اور وہ پانچوں نکلتے گئے، کبیر کو گاڑی میں پٹخ کر وہ اپنی اپنی سیٹ پہ بیٹھے اور گاڑی چل پڑی۔۔۔۔

جیسے ہی اُن کی گاڑی آگے بڑھی، ایک کار جو کہ تھوڑے فاصلے پہ تھی، سٹارٹ ہوئی اور اس ویگن سے مناسب فاصلے پہ تعاقب کرنا شروع ہو گئی، ڈرائیونگ سیٹ پہ زوبی بیٹھی تھی۔

وہ ویگن کافی دیر سڑکوں پہ گھومتی رہی اور پھر جیسے ہی ایک موڑ مڑی، زوبی نے گاڑی کو دوسری سڑک پہ گھما لیا۔ اس نے تعاقب کرنا چھوڑ دیا تھا اور پر سکون چہرے کے ساتھ مناسب رفتار پہ بے مقصد ہی گاڑی دوڑاتی گئی۔ دس منٹ کی مسافت کے بعد اس کے موبائل پہ پیغام موصول ہوا تو اس نے گاڑی کی رفتار مزید کم کرتے ہوئے پیغام پڑھا اور پھر موبائل سائیڈ سیٹ پہ رکھ کر گاڑی کی سپیڈ بڑھاتی گئی، اگلے پانچ منٹ کے بعد وہ ایک کوٹھی کے عقب میں موجود تھی جہاں ایک موٹر سائیکل سوار موجود تھا، زوبی گاڑی کا انجن بند کر کے اتری اور اس موٹر سائیکل سوار کی طرف بڑھ گئی۔

"کیا صورتحال ہے؟" زوبی نے ہیلمٹ پہنے شخص سے پوچھا۔

"اگر ہم نوٹ نہ کر لیتے کہ انہوں نے تمہارا تعاقب کرنا محسوس کر لیا ہے تو کچھ بھی نہ بن پاتا، اب کچھ نہ کچھ تو بن ہی جائے گا۔۔ انہوں نے رستے میں کبیر کو ایک اور گاڑی میں شفٹ کر دیا تھا، اس وقت میرا ایک اور سورس ان کا پیچھا کر رہا تھا، پھر وہ گاڑی ایک پبلک پارک کے پاس رکی اور کبیر کو دوبارہ ایک اور کار میں شفٹ کیا گیا۔ وہاں سے میں نے تعاقب شروع کیا اور یہاں پہ یہ چوہے بلی کا کھیل ختم ہوا۔" وہ شخص جو کہ جمال تھا، نے تفصیل بتائی۔

"بہت محتاط لوگ ہیں پھر تو۔۔۔" زوبی نے حیرت سے دیدے گھماتے ہوئے کہا۔

"اور بہت چالاک بھی۔۔۔ کچھ لمبی گیم ہی کھیل رہے ہیں، ابھی تک کوئی سِر پیر سمجھ نہیں آیا کہ یہ کیس کیا ہے۔۔۔" جمال نے ہیلمٹ اتار کر منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اب سمجھ میں آجائے گا۔۔۔ چلو۔۔ اندر چلتے ہیں۔۔" زوبی نے کہا تو جمال نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔

موٹر سائیکل کو دیوار کے ساتھ لگا کر جمال نے زوبی کو دیوار پہ چڑھنے میں مدد کی اور پھر موٹر سائیکل گاڑی کی اوٹ میں کھڑی کر کے لاک کرتے ہوئے ارد گرد کا جائزہ لیا۔۔ خالی گلی کو دیکھتے ہی اس نے دوڑ لگائی اور پہلے ہی جمپ میں وہ دیوار پہ تھا، تب تک زوبی دوسری طرف کود کر درخت کی اوٹ میں چھپ چکی تھی، جمال بھی دوسری طرف کود گیا۔۔۔ کچھ دیر وہیں بیٹھ کر دونوں نے جائزہ لیا اور پھر جھکے جھکے انداز میں عمارت کی طرف بڑھے۔ کم رقبے پہ ہونے کی وجہ سے جلد ہی لان ختم ہوا اور عمارت کی دیوار سے پشت لگائے وہ سانس لینے لگے۔۔ دوبارہ دیوار کے ساتھ جھک کر سامنے کی طرف بڑھنے لگے، زوبی جمال کے پیچھے پیچھے تھی۔

"حیرت ہے، چالاک لوگ ہیں مگر جہاں بھی جاتے ہیں عمارتیں خالی ہی ملتی ہیں۔۔ پہلے جہاں ہمیں قید کیا گیا تھا وہاں بھی دو لوگ ہی تھے اور یہاں بھی ابھی تک کوئی نظر نہیں آیا۔" زوبی بڑبڑائی۔

"میرے خیال سے انہیں یہی زعم ہے کہ کوئی ان تک نہیں پہنچ سکتا اور انہیں جان بھی نہیں سکتا۔۔ اسی وجہ سے آزادی سے گھومتے پھرتے ہیں۔" جمال نے کہا۔

اس سے پہلے کہ زوبی کوئی جواب دیتی، دونوں جھٹکے سے سیدھے ہوتے گئے اور ساتھ ہی ان کے ہاتھ ہوا میں بلند ہوتے گئے۔

سامنے تین لوگ کھڑے تھے جن میں سے ایک کے ہاتھ میں مشین گن، ایک کے پاس پسٹل اور تیسرا خالی ہاتھ تھا۔

"اس سے اچھا تھا تم یہ ذکر ہی نہ چھیڑتی، ابھی ناشکری ہوئی اور ابھی پکڑے گئے۔" جمال مسکرایا۔

"چلو اندر...." خالی ہاتھ والا شخص غرایا تو وہ دونوں کان لپیٹے آگے بڑھ گئے۔

ظاہر ہے جب تک کبیر نہ مل جاتا، وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے، انہیں لئے وہ لوگ عمارت میں گھستے گئے۔ تہ خانے میں داخل ہوتے ہی ان کی نظر

کرسی پہ بندھے کبیر پہ پڑی تو جمال نے حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیا، ویسے بھی پوری عمارت میں وہی تین لوگ نظر آئے تھے۔

جمال اچانک رکا، پلٹا اور ہاتھ کی انگلی ایک شخص کی طرف کر کے یوں منہ کھولا جیسے کچھ کہنے لگا ہو، وہ تینوں لمحہ بھر کے کچھ سننے کے انتظار میں لاشعوری طور پہ متوجہ ہوئے تو جمال نے پہلا کام مشین گن پہ ہاتھ ڈالنا کیا، مشین گن پہ ہاتھ ڈال کر اس نے گن بردار کو اپنی طرف کھینچا اور سر کی بھرپور ٹکر اس کی ناک پہ جڑ دی۔۔ وہ چیخ مار کر پیچھے کا الٹا اور اس کے ہاتھ میکانکی انداز میں ناک کی طرف بڑھے، اس وقت جمال کی لات حرکت میں آئی، جو سامنے والے کے پیچھے کی طرف جھکے ہوئے سینے پہ لگی اور وہ اچھل کر پشت کے بل زمین پہ آ رہا۔

دوسری طرف جیسے ہی جمال نے گن پہ ہاتھ ڈالا، زوبی کی لات قوس کی شکل میں گھومی اور پسٹل والے کا ہاتھ جھٹکے سے مڑا اور پوری قوت سے دیوار سے ٹکرایا، پسٹل والے نے گالی دیتے ہوئے ہاتھ سے نکلتے پسٹل کو دوبارہ تھامنا چاہا مگر زوبی نے اسے موقع نہ دیا، اس کی ایڑی اس شخص

کے پیٹ میں گھسی اور وہ چیخ کر دُوھرا ہوا گیا، تیسرے شخص نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اس نے ایک مردانہ فیصلہ کیا۔۔۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر زوبی کے بال، جو کہ جُوڑا کئے ہوئے انداز میں سمیٹے گئے تھے، انہیں پکڑ کر پوری قوت سے کھینچا اور زوبی توازن کھونے کی وجہ سے زمین پہ آ رہی۔۔۔۔اس شخص کی یہ مردانہ کَم زنانہ چال اسے ہی بہت بھاری پڑی۔۔ جیسی ہی زوبی نیچے گری، جمال کی گن کا دھانہ کھلا اور دو گرے ہوئے لوگ وہیں سے راہِ عدم کو سدھار گئے اور تیسرا، جس نے زوبی کو گرایا تھا، گن اس کے پہلو میں لگی اور وہ بھی ساتھیوں کی طرح چیخ کر ایک طرف جھکا، اوپر سے دوبارہ گن کا دستہ لگا اور وہ چین کی نیند سو تا گیا۔۔

جمال نے تیسرے شخص کو اس وجہ سے گولی نہیں ماری تھی کہ اس سے معلومات لینی تھیں، لہذا کبیر کو کھول کر اسی کرسی پہ اس شخص کو باندھا گیا اور پھر معلومات کا سیشن چلا، وہ شخص ممتاز ہی تھا جسے توڑنا کوئی مشکل کام نہیں تھا کیونکہ وہ فیلڈ سے زیادہ آفس ورک کرنے والا بندہ

تھا۔ ممتاز نے کبیر کو اکبر سمجھتے ہوئے اغواء کروایا تھا اور حاطب پہ رعب جمانے کے چکر میں پوچھ گچھ کرنے خود پہنچ گیا اور خود دَھر لیا گیا۔

ممتاز نے انہیں حاطب کے متعلق تو نہ بتایا مگر اس کے منہ سے یہ بات پھسل گئی کہ اس کے آدمی راتوں کو قبرستانوں میں جاتے ہیں اور وہاں سے تازہ لاشیں نکال کر لاتے ہیں، ان لاشوں کو وہ آگے ایک ڈاکٹر کو بیچ دیتا تھا جس کے عوض تگڑی رقم وصول کرتا تھا۔

ایک بات اس نے سچ بتائی اور دوسری میں انہیں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا کیونکہ وہ تو خود اس گینگ کا حصہ تھا جو لاشوں کا نجانے کیا کچھ کرتے تھے اور اس نے بہانہ تراشا کہ وہ لاشیں آگے بیچ دیتا ہے۔ جمال نے اپنے آفس فون کر کے ایک اسسٹنٹ کو بلوایا تا کہ ممتاز کو ہیڈ کوارٹر منتقل کیا جا سکے اور خود قبرستان جانے کی تیاری میں جُٹ گئے۔

اس نے کبیر اور زوبی کے ساتھ مل کر قبرستان میں چھاپہ مارا جو مکمل طور پہ کامیاب تو نہ ہوا مگر لاشیں نکالنے والوں کا ایک زخمی آدمی ان کے ہتھے چڑھ ہی گیا۔۔۔ وہ شخص بھی ان کی وجہ سے زخمی نہیں ہوا تھا،

شاید بھاگ دوڑ میں اس کا پاؤں کدال کے دستے پہ پڑا اور کدال گھوم کر اس کی ران پہ لگی جس سے کافی بڑا زخم بن گیا، وہ ضرب کھاتے ہی کھلی قبر میں جا گرا اور اس کے نکلنے سے پہلے زوبی نے اسے دیکھ لیا۔

وہ پہلی فرصت میں اسے لے کر اپنے ورکنگ سٹیشن پہنچے، اسکی بینڈیج کی اور پھر تفتیش کی تیاری شروع ہونے لگی۔

* * *

"بکواس کرتا ہے یہ، یہی نیا آدمی ہے، اس کے علاوہ سارے پرانے اور وفادار لوگ ہیں۔۔ اس کی وجہ سے ہمارا ایک آدمی بھی پکڑا گیا ہے۔۔" اس نے بطوط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔

"جواد۔ بطوط خان بھلا ایسا کیوں کرے گا؟" شفو نے ابرو کھینچتے ہوئے پوچھا۔

"اسی سے پوچھیں۔۔" جواد نے سر جھکاتے ہوئے کہا کیونکہ اس بات کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔

"تم کیا کہتے ہوئے بطوط خان؟" شفو نے اسے پوچھا۔

"اَم کیا کہہ سکتی ہے، اَم دھوکہ باز نہیں۔۔۔ ہر آدمی کا ایک ریٹ ہوتی ہے، ضروری نہیں اگر تمہارے لوگ پرانے ہیں تو ان کا کوئی ریٹ نہیں۔۔ کوئی بھی بک سکتی ہے۔۔

"بطوط خان نے پہلے شفو اور پھر جواد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن اگر ایسا کوئی ثبوت ملا کہ تمھاری وجہ سے یہ سب ہوا ہے تو تم زندہ نہیں بچو گے۔۔"شفو نے بھی اس بار سخت لہجے میں کہا۔

"اَم کیوں گلط کام کرے گی جب تم نے ہمیں سمجھا دیا ہے کہ اس طرح اَم انسانوں کا بھلا کر سکتی ہے۔"

بطوط نے کہا تو شفو کے ہونٹوں پہ عیارانہ مسکراہٹ لمحہ بھر کو ظاہر ہوئی۔

"باس۔ یہ پولیس یا انٹیلی جنس کا آدمی بھی تو ہو سکتا ہے۔"جواد نے کہا۔

"پپ۔۔۔پولیس۔۔۔"

بطوط جھٹکے سے کھڑا ہوا، اس کی آنکھوں سے پریشانی کا دریا بہتا نظر

آیا۔۔"ہم کوئی غیر قانونی کام تو نہیں کر رہی۔۔۔پھر پولیس۔۔۔۔اور یہ تم نے کونسی جِنس کہا؟۔۔۔عورت مرد تو سنا ہے، یہ انٹل جِنس کونسی جنس ہوتا ہے؟"

"دیکھو بطوط کچھ لوگ ہمارے کام کو ٹھیک نہیں مانتے اس وجہ سے جان بوجھ کر تنگ کرتے ہیں، تم پریشان مت ہو۔۔۔تم آپریشن کی تیاری

کرو بس۔۔" شفو نے اسے پچکارتے ہوئے کہا تو بطوط نے اثبات میں سر ہلایا اور وہاں سے نکل گیا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے جو اس کے سامنے ایسی باتیں شروع کر دیں۔۔ تم نہیں جانتے کہ وہ کتنے کام کا سرجن ہے اور کتنی مشکل سے اس کے ذہن کو قابو کیا ہے۔۔۔ ایسا لوگوں کو گھر میں کوئی نہیں پوچھتا تم انٹیلی جنس کی بات کرتے ہو، باقی لوگوں میں غدار ڈھونڈو۔۔" شفو نے جواد کو ڈانٹا، اسی وقت فون کی گھنٹی بجی تو شفو نے تیزی سے کال اٹنڈ کی۔

"یس۔۔۔"

"حاطب سپیکنگ" دوسری طرف سے عجیب سے سخت آواز سنائی دی۔

"یس۔۔ شفو سپیکنگ۔" اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ دونوں برابر ہیں۔

"تم یہاں ہو تو قبرستان میں تمہاری جگہ کون ہے؟۔۔" حاطب چونک گیا۔

" دراصل رات کا مشن ناکام ہو گیا ہے اس وجہ سے اڈے پہ آگیا تا کہ ان لوگوں سے رپورٹ سنوں کہ اصل میں ہوا کیا ہے، اپنی جگہ ایک اور گورکن کو چھوڑ آیا ہوں تا کہ وہاں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ "شفو نے جواب دیا۔

"مشن کیسے ناکام ہو گیا؟" حاطب نے ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔

"شروع میں تو سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا کہ اچانک وہاں۔۔۔ "شفو نے پوری تفصیل بتائی۔

"مجھے پہلے ہی شک تھا کہ ایسا کچھ ہو گا۔۔ ہمارا ایک آدمی برو کر غائب ہو گیا ہے میرا خیال سے اسی وجہ سے یہ مسئلہ بنا ہو۔۔۔ برو کر جتنے اڈوں اور لوگوں کو جانتا تھا تم بھی انہیں بدل دو۔۔" حاطب نے ہدایات دیں۔

"کیا؟۔۔۔ کب پکڑا گیا وہ؟۔۔ "شفو چونک گیا۔

"ابھی ابھی مجھے رپورٹ ملی ہے کہ وہ اپنی ورکشاب سے کافی دیر پہلے اپنے ایک خفیہ اڈے پہ گیا اور وہاں سے جب وہ واپس نہیں آیا تو اس

کے خاص ملازمین میں سے کوئی چیک کرنے گیا، وہ وہاں موجود نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھیوں کی لاشیں موجود تھی۔۔یہ کل شام کا واقعہ ہے۔" حاطب نے کہا۔

"ویری سیڈ۔۔ہم لوگ تو بڑے ڈھیلے ڈھالے انداز میں چل رہے ہیں کہ کوئی رکاوٹ نہیں مگر اس سے ظاہر ہے کہ اب مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے، ہمیں کچھ کرنا پڑے گا۔" شفو نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"بالکل۔۔میرے خیال سے رات کا مشن میں گڑبڑ کی وجہ بروکر کا غائب ہونا ہی ہے۔" حاطب نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال تھا، جبکہ جواد بطوط خان پہ شبہ کر رہا تھا کہ اس نے مخبری کی ہے۔" شفو نے جواد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، جواد بھی اپنا نام سن کر چونک گیا تھا۔

"کسی دن بطوط خان سے بھی ملواؤ۔۔دیکھوں تو کہ وہ کتنا کام کا ہے اور تمہاری چوائس کیسی ہے۔۔مگر فی الوقت ایک اور کام تمہارے ذمے ہے۔۔ایک شخص ہے حشمت گردیزی، کیپٹل سٹی سے باہر اس کا قلعہ

نما گھر ہے، اس کے بارے میں معلوم کرو۔۔۔ اور اس کا ایک بیٹا بھی ہے ساحر علی گردیزی، اس کے بارے میں بھی۔۔۔ بروکر کے پاس جو آخری آدمی آیا تھا اس نے اس بندے کا نام ہی لیا تھا اور اسکے بعد سے بروکر غائب ہے، یہ لوگ بہت خطرناک ہیں، سنبھل کر رہنا۔۔ معلومات اس طرح کی درکار ہیں کہ انہیں اگر اغواء کرنا ہو تو کیسے کر سکتے ہیں۔۔۔ "حاطب نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں جواد کو کہہ دیتا ہوں۔" شفو نے کہا تو رابطہ کاٹ دیا گیا۔

"ہمارا ایک بہت اہم مہرہ اغواء کر لیا گیا اور اسی وجہ سے رات کو حملہ ہوا ہے، بطوط خان اس میں ملوث نہیں اس پہ شک مت کرو۔۔ تم ایک کام کرو۔"

شفو نے جواد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی حشمت گردیزی ہے جس کے بیٹے کا نام ساحر گردیزی ہے، ان دونوں کے بارے میں معلومات اکھٹی کرو۔ انہیں اغواء کرنا ہے۔۔"

شفو نے کہا ہی تھا کہ جواد جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا، اس کی آنکھیں جیسے پتھرا سی گئیں اور وہ پھٹی پھٹی نظروں سے شفو کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" شفو نے حیرت سے پوچھا۔

"ساحر گردیزی کے بارے میں؟" جواد نے جیسے تصدیق چاہی۔

"ہاں۔۔ نام تو یہی بتایا گیا ہے۔۔" شفو نے جواب دیا۔۔ "کیوں کوئی مسئلہ ہے؟۔۔"

"کوئی مسئلہ نہیں۔۔ بہت بڑا مسئلہ ہے۔۔"

"تم کیا جانتے ہو ان دونوں کے بارے میں؟۔۔" شفو نے پوچھا۔

"ساحر گردیزی ایک بہت بڑا پاگل انسان ہے، جس کے خلاف ہو جاتا ہے اسے ختم کر کے ہی دم لیتا ہے، بیوقوفی کی حد تک نڈر ہے اور کبھی کبھار تو بہت اذیت پسند ہو جاتا ہے، اپنے علاقے میں وہ باپ بیٹا راج کرتے ہیں وہاں کے لوگوں کے لئے مسیحا ہیں۔۔۔ ان کی اتنی پہنچ اور تعلقات ہیں کہ یہاں تک ان کی شہرت ہے۔ اسے اغواء کرنا بہت مشکل کام ہے۔" جواد نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

توشفو کا چہرے حیرت کے مارے بگڑتا گیا، وہ جانتا تھا کہ جواد آسانی سے کسی سے خوفزدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی تعریف کرتا ہے، یقیناً ساحر گردیزی کوئی خاص شے تھی۔

"مطلب تم یہ کام نہیں کر سکتے؟" شفو نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔ میں یہ کام کروں گا۔ مجھے اس سے کئی بدلے لینے ہیں، بس مجھے فُل سپورٹ چاہیئے، یوں سمجھیں کہ کسی وڈیرے کو اغواء کرنا ہے جس کے لئے اس کی فوج کو شکست دینی پڑے گی۔" جواد نے کہا۔

"اوکے۔ مگر یاد رکھو اگر ناکامی ہوئی تو تم خود اس کے ہتھے چڑھ جاؤ گے،

جیسا تم بتا رہے ہو، اگر وہ پچاس فیصد بھی ایسا ہوا تو تم نہیں بچو گے اور ساتھ ہم بھی جائیں گے۔ پہلے معلومات جمع کرو۔ مجھے بتاؤ پھر اغواء کا پلان کر کے کام کرنا ہے۔۔ اندھا دھند نہیں۔۔" شفو نے کہا۔

"اور میرے جو لوگ بطوط کی نگرانی پہ ہیں وہ؟۔۔" جواد نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

" انہیں ساتھ لے جاؤ۔۔ بطوط کی کسی قسم کی نگرانی کی ضرورت نہیں اب۔ "شفو نے کہا تو جواد اسے سلام کرتے ہوئے وہاں سے نکل گیا۔

"اس ملک میں آ کر پھنس ہی گئے ہیں ہم۔۔۔ "شفو بڑبڑایا اور سر کے پیچھے بازو رکھ کر کرسی سے پشت لگاتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔۔

اس وقت اگر اسے کوئی دیکھ لیتا تو مانتا ہی نہ کہ وہ ایک گورکن ہے، اچانک اس نے آنکھیں کھولیں اور تیزی سے ایک نمبر ملایا۔

"یس۔۔۔ "دوسری طرف سے ایک پر سکون آواز سنائی دی۔

"جواد جتنے ٹھکانوں کے بارے میں جانتا ہے وہاں نگرانی بٹھا دو، جن لوگوں کو وہ جانتا ہے ان پہ بھی نگرانی کرو۔۔ مجھے ہر پل کی رپورٹ چاہیے، ہو سکتا ہے جواد کی وجہ سے کچھ لوگ ہمارے ٹھکانوں یا لوگوں پہ حملہ کریں۔ "شفو کے گلے سے بدلی ہوئی اور بہت ہی سخت آواز بر آمد ہوئی، اس نے دوسری طرف سے کوئی جواب سنے بغیر کال بند کر دی اور خود پر سکون ہوتا گیا۔

* * *

وہ شخص اس وقت خون میں نہایا ہوا تھا مگر اس کی زبان کھلوانے میں وہ تینوں ناکام ہو رہے تھے، وہ کسی بھی تشدد کے سامنے منہ نہیں کھول رہا تھا، سب سے الگ بات یہ تھی کہ اس دیکھ کر وحشت سی ہوتی تھی، نجانے اس کی شخصیت میں ایسا کیا تھا کہ دیکھنے والا خود بخود بے چین ہو جاتا تھا۔

"جس طرح یہ زبان کو روکے ہوئے ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ کوئی بہت بڑا کام کر رہے ہیں جسے چھپا کر رکھنا چاہتے ہیں، اور ایسے طاقتور ذہن والے لوگ کسی عام تنظیم میں ہو بھی نہیں سکتے۔۔" جمال نے کہا۔

"بالکل درست۔۔ ایسا ہی ہے، ایسے ممبرز ہوں تو تنظیم کا باس کیسا ہوا گا۔" زوبی نے کہا، یہ کہتے ہوئے اس کے جسم میں سردی کی لہر دوڑتی گئی۔

"اب اس کا ایک ہی حل ہے۔۔۔ اسے اتنی تکلیف دی جائے کہ نفسیاتی طور پہ خوفزدہ ہو جائے، اس کے لئے ہمیں خود بھی مضبوط ہونا پڑے گا۔۔" کبیر نے سنجیدگی سے کہا تو دونوں چونک گئے۔

"کیسے؟۔۔" جمال نے پوچھا

کبیر نے انہیں جب تفصیل بتائی تو انہیں اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا۔

"اتنی بے رحمی۔۔۔" زوبی نے کہا۔

"مجبوری ہے، ورنہ اپنے لوگوں کو مرتے دیکھتے رہتے ہیں۔" جمال نے کبیر کی ہاں میں ہاں ملائی اور وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں باہر ہی رہوں گی۔۔" زوبی نے کہا تو دونوں نے اثبات میں سر ہلائے۔

آگے پیچھے چلتے ہوئے وہ تہ خانے کی طرف بڑھتے گئے۔ زوبی پریشان چہرے کے ساتھ وہی بیٹھی رہی۔۔۔ کچھ ہی دیر بعد اس گھٹی گھٹی چیخیں سنائی دینے لگیں، کچھ دیر تو وہ وہیں جمی رہی مگر پھر کام اس کی برداشت سے باہر ہو گیا، اس نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور باہر کو لپکی۔۔ تیز قدموں کے ساتھ دوڑتی ہوئی وہ عمارت سے نکلی اور لمبے لمبے سانس لینے لگی، اس کا چہرہ دیکھ کر لگتا تھا کہ جیسے اس کے جسم سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔۔۔

"بہت ظالم ہے یہ کبیر۔۔۔" وہ بڑبڑائی۔

پندرہ منٹ کے بعد قدموں کی آواز سنائی دی تو وہ چونک کر مڑی، سامنے کبیر اور جمال آرہے تھے۔

"ایک پاؤں اور ہاتھ کٹوا کر بولا ہے۔۔۔" جمال نے بیزار لہجے میں کہا۔

"تم لوگ بہت ظالم ہو۔۔۔" زوبی نے کانپتے لہجے میں کہا۔

"جلدی چلیں۔۔ تاکہ اس حاطب یا جواد کو پکڑ سکیں، وہ بھی غائب ہی نہ ہو جائے۔" کبیر نے باقی ساری باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا تو جمال مسکرایا۔

"سیدھے کام کی بات۔۔۔ گڈ۔۔ تم مجھے پسند آئے۔۔" جمال نے کہا تو کبیر بھی مسکرایا۔

"ایک جانور کو دوسرا جانور مل گیا۔۔۔" زوبی بڑبڑاتی ہوئی گاڑی کیطرف بڑھی۔

گاڑی کی طرف جاتے ہوئے کبیر کے موبائل کی گھنٹی بجی اور اس نے موبائل نکالا، سکرین پہ نام دیکھ کر اس نے جمال اور زوبی کو گاڑی میں بیٹھنے کا کہا اور خود ایک طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو۔۔۔۔" اس نے کال ریسیو کی۔

"تمہیں جو میں نے آئیڈیا دیا تھا، اس نے کام کیا؟" ساحر نے پوچھا۔

"ہاں۔۔ بہت فائدہ ہوا۔۔۔" کبیر مسکرایا۔

"تم نے ممتاز کے سامنے کس کا نام لیا؟" ساحر نے سخت لہجے میں پوچھا تو کبیر چونک گیا۔

"کیوں۔۔ کیا ہوا؟" کبیر نے پوچھا۔

"جو پوچھا ہے وہ بتاؤ۔۔" ساحر غرایا۔۔

"تمہارا۔۔۔۔" کبیر نے سیدھی بات کر دی۔

"گڈ۔۔ گڈ جاب مسٹر کبیر۔۔ تم نے جان بوجھ کر ایسا کیا تا کہ مجھے کیس میں گھسیٹ سکو۔۔۔" ساحر غرایا اور کال بند ہو گئی۔

کبیر کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے اس نے تو یہ سوچا ہی نہ تھا کہ اگر وہ لوگ واقعی ساحر یا اس کے والد کے خلاف نکل پڑے تو کیا مصیبت آئے گی، ساحر کی بات سن کر وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ مسئلہ بن چکا ہے، اور اس مسئلے کی وجہ وہ تھا۔

اس نے پاگلوں کی طرح ساحر کا نمبر ملانا شروع کیا مگر ساحر کال ہی ریسیو نہیں کر رہا تھا، کبیر بار بار نمبر ملا رہا تھا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے لینڈ لائن پہ بھی ٹرائی کیا مگر جواب ندارد۔۔۔ اب تو اس کے طوطے ہی اڑ گئے۔۔۔ اس کے ہونٹ خشک ہو گئے، اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ساحر کو کچھ ہو گیا ہو۔۔ ابھی وہ اسی کشمکش میں تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور اس نے فوری کال ریسیو کی۔

"تم ٹھیک تو ہو۔۔۔" کبیر نے جلدی سے پوچھا۔۔

"مجھے کیا ہونا ہے؟۔۔" ساحر نے اسی طرح سخت لہجے میں جواب دیا۔

"آئی ایم سوری۔۔۔ رئیلی سوری۔۔۔ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔" کبیر نے تیز لہجے میں کہا۔

"وہ غلطی معاف ہو سکتی ہے، مگر یہ جو تم بار بار سوری۔۔ سوری کہہ رہے ہو یہ نہیں۔"

ساحر کی مسکراتی آواز سن کر کبیر کی جان میں جان آئی۔

"تھینک گاڈ۔۔۔" کبیر کے منہ سے ایسے سانس نکلی جیسے ٹائر لیک ہونے سے ہوا خارج ہوتی ہے۔

"کچھ نہیں ہوا۔۔ نہ کچھ ہوتا ہے۔۔ لیکن تم مجھے پہلے بتا دیتے تو بہتر تھا۔" ساحر نے کہا۔

"تو تم مجھے تنگ کر رہے تھے؟۔۔" کبیر نے جبڑے بھینچے۔

"ایسا بھی نہیں ہے، میری رہائشگاہ کے گرد نگرانی پہ کچھ لوگ موجود تھے، ان کی وجہ سے یہ راز کھلا ہے، جواد نامی شخص نگرانی کرنے والوں کا سرغنہ تھا۔ اور یہ تنگ کرنا نہیں تھا۔۔ جو تم نے کیا اس کا چھوٹا سا جواب۔۔ بائی۔"

ساحر نے کہا تو کبیر نے مسکرا کر موبائل جیب میں رکھا۔۔

"کسی دن تم میرے ہاتھ سے پٹو گے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھا۔

"کیا ہوا؟ تم پریشان لگ رہے تھے؟" جمال نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ممتاز کو ہم نے ساحر گردیزی اور اسکے والد کا جو نام بتایا تھا، اسی وجہ سے پریشانی بنی، وہ لوگ گردیزی خاندان کے پیچھے لگ چکے ہیں، جواد نامی شخص وہاں نگرانی پہ تھا اور پکڑا جا چکا ہے، اور میرا خیال ہے کہ اب ہمیں حاطب پہ کام کرنا چاہیئے۔" کبیر نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہیں کس نے بتایا؟۔۔" جمال نے گہری نظروں سے اس کے چہرہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پاپا کی کال تھی، حشمت گردیزی کی سے ان کی بات ہوئی ہے اور انہوں نے پاپا سے پوچھا ہے کہ جواد سے میرا کیا تعلق ہے، اور میں نے ان کا نام جواد کے باس کے سامنے کیوں لیا ہے۔۔" کبیر نے لاپرواہی سے کہا۔

"اوہ۔۔۔ اب کیا؟۔۔ "زوبی نے پوچھا۔

"اب کیا۔۔۔ جواد اور اس کے لوگ خود بھگتیں گے، یہ باپ بیٹا تر نوالہ نہیں۔۔ "کبیر مسکرایا۔

"اب کہاں جانا ہے؟۔۔ اور حاطب کون ہے؟"۔۔۔ زوبی نے پوچھا، وہ ڈرائیونگ سیٹ پہ جو تھی۔

"رُوپ محل۔۔۔ وہاں ایک شخص ہے جس کا اصل نام حاطب ہے مگر سلطان چغتائی کے نام سے رہ رہا ہے، وہ اس کیس کا اہم رکن ہے۔"

جمال نے کہا تو زوبی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی۔

* * *

قلعہ نما عمارت چاروں طرف سے اونچی دیوار کے گھیرے میں تھی جیسے پہاڑ کسی وادی کو اپنے حصار میں لئے ہوئی ہوں، دیواریں خطرناک حد تک اونچی ہونے کے باوجود اس پہ لوہے کی کانٹے دار تار بھی نصب تھی۔ دیوار کی مضبوطی ایک ہی نظر میں محسوس کی جا سکتی تھی۔ مرکزی دروازے سے دو بڑے بڑے ٹرک آسانی سے گزر جاتے تھے، دروازے سے دور، اُس پار، تاحد نگاہ چوڑی سڑک، زمین پہ بچھے سیاہ کارپٹ کی مانند نظر آتی تھی اور اس عمارت سے کافی دور باقی مکانات زمین پہ جمے ہوئے تھے۔ عمارت کے آس پاس لہلہاتے کھیت اور دیوار کے ساتھ کچھ فاصلے تک خالی زمین تھی جس میں بیج اس لئے نہیں بویا جاتا تھا کہ فصل کی آڑ لے کر کوئی دیوار کے ساتھ چھپ چھپا کر اندر گھسنے کی کوشش نہ کرے۔ جگہ جگہ کیمرے بھی موجود تھے۔

عمارت سے دور، چاروں طرف گھنے درخت تھے اور انہی درختوں میں خود کو چھپائے جوادا اور اس کے لوگ دوربینوں کا سہارہ لئے عمارت کے صحن، چھت اور کھڑکیوں پہ نظریں جمائے ہوئے تھے۔ ان کا

آپس میں رابطہ کم فاصلے میں استعمال ہونے والے ٹرانسمیٹرز تھے، فی الوقت ان کا ایک ہی کام تھا، نظر رکھنا۔

"یہ اچھا ہے، دن رات مکھیاں مارتے رہو۔۔۔" جواد بڑبڑایا۔

"تو مکھے مار لو۔۔ ہم نے تمہیں تھوڑی روکا ہے۔۔" ایک بھاری آواز سن کر جواد اچھلا، اس سے ذہن سے یہ نکل گیا تھا کہ وہ درخت پہ بیٹھا ہے، نتیجتاً اب وہ درخت سے لٹکا ہوا تھا۔

"کک۔۔ کون ہو تم؟" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"جن کے لئے تم درخت پہ انتظار کر رہے تھے، نیچے آتے ہو یا گولی

ماروں۔۔" اس نے سرد آواز میں کہا تو جواد کا گلہ خشک ہو گیا، وہ جان گیا تھا کہ نگرانی کا راز کھل گیا ہے اور موت کے فرشتے آن پہنچے ہیں۔

"آ۔۔۔ آ۔۔ آ رہا ہوں۔۔" وہ ہکلایا۔

"اتنی دفعہ مت آؤ۔۔ ایک بار ہی آ جاؤ۔۔"

کسی نے پھلجھڑی چھوڑی تو قہقہے بلند ہوئے۔

جواد جیسے تیسے نیچے اترا تو سامنے تین افراد کھڑے تھے، وہ تینوں بھاری تنو توش کے مالک تھے اور مونچھیں تو بل کھاتی ہوئی لوہے کی باریک تاریں لگ رہی تھیں جن کے نیچے سے دانت طنز کرتے نظر آ رہے تھے۔

"تم شہر میں نئے ہو؟" سب سے آگے کھڑے شخص نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"نہیں۔" جواد نے سر جھکایا۔

وہ سامنے والے کو پہچان گیا تھا، وہ ساحر گردیزی کے باڈی گارڈز میں سے ایک تھا، اس کا نام زلفی تھا، بہت ہی اکھڑ مزاج اور سخت گیر قسم کا شخص، اس کے لئے ساحر اور اس کے باپ کے علاوہ کوئی اہم شخص نہ تھا اور وہ ان کے لئے اپنے ہاتھوں سے اپنی جان لے سکتا تھا۔ ایسے شخص کو اگر معلوم ہو جاتا کہ جواد وہاں کیوں موجود تھا تو اس کا حشر دیکھنے کی ہمت کوئی نہ کرتا۔

"تمہارے ساتھی بھی ہم پکڑ چکے ہیں، چلو۔۔ دور سے کیا عمارت کو گھور رہے تھے، اندر سے دکھاتے ہیں۔"

زلفی کے پیچھے کھڑے طویل قامت شخص نے جواد کے کندھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا تو جواد جھٹکے سے آگے بڑھا جیسے اچانک بس چلنے سے کھڑے ہوئے مسافر ایک دوسرے پہ رحمت کی طرح برستے ہیں۔

وہ تینوں اسے لے کر آگے بڑھتے جا رہے تھے، اسی وقت میں مختلف جگہوں سے جواد کے ساتھیوں کو لئے باقی گارڈز بھی سامنے آتے گئے۔ اب جواد اور اس کے ساتھیوں کی تعداد چھ تھی اور انہیں پکڑ کر لانے والے پندرہ تھے جن میں سے دس کے ہاتھوں میں مشین گنیں اور باقیوں کے ہولسٹروں میں پسٹل تھی۔ جواد کے ساتھیوں کے چہروں پہ موت کی زردی چھائی ہوئی تھی خود جواد بھی اس وقت خود کو دھرتی پہ بوجھ سمجھ رہا تھا مگر اس سچوئیشن سے نکلنا ان کے بس میں نہیں تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ عمارت کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوئے اور سامنے کی طرف بڑھتے گئے۔

تھوڑی دیر تک وہ ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ چکے تھے، جواد اور اس کے ساتھیوں کو ستونوں سے باندھ دیا گیا۔ انہیں باندھنے کے بعد زلفی اور اس کے ساتھ والے دو لوگ اندر ہی رہ گئے باقی باہر نکلتے گئے۔

"تمہارا لیڈر کون ہے؟" زلفی غرایا۔

سب جانتے تھے کہ وہ کس کے شکنجے میں ہیں اور ان کی کیا حالت ہو سکتی ہے، اگر آج وہ وہیں مر بھی جاتے تو کبھی بھی، کسی کو بھی معلوم نہ ہوتا کہ وہ کہاں غائب ہو گئے، اس خوف میں کسی میں بھی مردانگی نہ جاگی اور چپ چاپ، سب کی نظریں سیدھی جواد پہ مرکوز ہوئیں۔

"تو تم ہو لیڈر۔۔۔ کیوں نگرانی کر رہے تھے؟۔۔" زلفی نے سب کی نظروں کو تاڑ لیا تھا۔

ادھر جواد سوچ میں ڈوب گیا کہ کیا کرے، اس کے بتانے سے شفو کا سارا سیٹ اپ ختم ہو جاتا اور جواد واپس کسمپرسی کی زندگی میں پہنچ جاتا۔۔ اور وہ بھی تب اگر یہ لوگ اسے زندہ چھوڑتے، جس کے چانسز کم ہی نظر آ رہے تھے۔

"ہمیں ٹاسک دیا گیا تھا۔۔" جواد نے نظریں اٹھا کر کہا، اس کے چہرے پہ فیصلہ کن چمک تھی۔

"کس نے ٹاسک دیا تھا؟"

"وہ میں نہیں جانتا۔۔" جواد نے کہا۔۔ "فون پہ ہی بات ہوئی تھی اور قیمت اتنی تھی کہ میں انکار نہ کر سکا۔"

"تمہاری جان سے بھی زیادہ قیمت تھی کیا جو موت کے منہ میں چلے آئے، "زلفی غرایا۔۔۔ "تم جانتے نہیں تھے کہ یہ کس کی رہائش گاہ ہے؟"

"جانتا ہوں۔۔ تم لوگ کون سا ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے آئے ہو۔۔"

جواد اس کے لہجے میں اپنے لئے ہتک محسوس کر کے ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"میرے سامنے یہ بک بک نہیں چلے گی۔۔" زلفی دھاڑا۔

"پارٹی کے بارے میں صرف حشمت صاحب یا ساحر گردیزی کو بتاؤں گا، تم جیسے ٹٹ پونجئیے میں نے بہت دیکھے ہیں زندگی میں۔"

جواد بھی جواباً دھاڑا تو زلفی کی آنکھیں غصے کی آگ میں دہکنے لگیں، جواد کے ساتھیوں کا یقین ہو گیا تھا کہ جواد صاحب تو گئے۔۔۔

زلفی نے آستینیں اوپر چڑھائیں اور جواد کی طرف بڑھا۔

"رکو۔۔۔"

ایک سخت آواز سنائی دی جسے سنتے ہی زلفی چابی والے کھلونے کی طرح رک گیا جیسے اس کی چابی ختم ہو گئی ہو۔

"کس نے بھیجا ہے تمہیں ڈئیر جواد؟۔۔"

دروازے پہ کھڑا نوجوان چہکا، وہ اس وقت ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں تھا، پاؤں میں گھریلو استعمال ہونے والی چپل اور چہرے پہ ہلکی ہلکی داڑھی میں بہت پر کشش لگ رہا تھا۔

"تت۔۔۔تم میرا نام کیسے جانتے ہو؟۔۔"

اس کے منہ سے اپنا نام سن کر جواد کو جھٹکا لگا۔۔۔مانا کہ وہ ساحر گردیزی تھا مگر جواد کو جانتا تھا۔۔۔یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔۔

"چھوڑو۔۔وقت ضائع نہ کرو۔۔پہلے ہی باہر درخت پہ بیٹھ کر تم میری بہت سی مکھیاں مار چکے ہو، ان کی قیمت بھی ادا کرنی پڑ جائے گی، درست جواب دو اور اپنی زندگی بچاؤ۔" وہ نوجوان، جو کہ ساحر تھا، شرارت بھرے لہجے میں بولا۔

"ہونہہ۔۔میرا نام بتا کر مجھے مرعوب کرنے کی اچھی کوشش تھی۔۔" جواد نے منہ بنایا۔

"کوئی بات نہیں۔۔مرعوب کرنے کے لئے میرے پاس اور بھی بہت کچھ ہے، کدالیں ہیں، قبریں ہیں۔۔وغیرہ وغیرہ۔۔"

ساحر نے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے عام سے لہجے میں کہا مگر جواد تو شاک کے مارے جیسے سوکھا درخت ہو گیا۔نہ چہرے میں جان، نہ آنکھوں میں چمک اور نہ جسم میں حرکت۔

"تت۔۔۔ت۔۔۔تم کیا چیز ہو۔۔"اس کے منہ سے الفاظ بغیر اجازت کے پھسلتے گئے۔

"بتایا تو ہے۔۔جو مکھیاں تم مار رہے تھے کافی دیر سے۔۔۔ان کا مالک ہوں۔۔چلو شاباش شروع ہو جاؤ۔۔ورنہ کدال منگوا کر جوڑ جوڑ الگ کر دوں گا۔" مسکراتے مسکراتے اچانک اس کے تاثرات بدلتے گئے اور لہجہ خوفناک ہوتا گیا۔

"مم۔۔میں ۔۔سب کے سامنے نہیں بتا سکتا۔۔" جواد نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم میری دلہن تھوڑی ہو کہ پرائیویسی چاہیے۔۔بکنا شروع کرو۔۔" ساحر دھاڑا۔۔۔اس کے دھاڑتے ہی جواد کے قدموں کے نیچے زمین گیلی ہونا شروع ہوگئی جس سے ایک بات تو ظاہر ہوگئی تھی کہ اب تک وہ بس کسی نہ کسی طرح سنبھالے ہوئے تھا ورنہ اندر سے کب کو ٹوٹ چکا تھا۔

"لو یار۔۔۔زلفی۔۔۔واٹر سپلائی شروع ہو گئی۔۔میری شکل اتنی بھی گئی گزری نہیں۔۔۔" ساحر نے چٹکی سے اپنی ناک بند کرتے ہوئے کہا۔

ادھر جواد کی زبان نان سٹاپ چلنے لگی۔

"انہیں آف کر دو۔۔۔" ساحر نے جواد کی زبان رکنے پہ واپس مڑتے ہوئے زلفی کو آنکھ ماری۔

"آف۔۔۔ آف کا کیا مطلب ہوا؟۔۔" جواد الجھ گیا۔

"میرے خیال سے آن سے چھوٹا ہوتا ہے۔۔" ساحر نے سوچ میں ڈوبتے ہوئے جواب دیا۔

"تت۔۔۔ تم ہمیں مارنے لگے ہو۔۔" جواد ہکلا گیا۔

"نہیں۔۔ میں کیوں ماروں گا۔۔" ساحر جو دروازے کے پاس پہنچ چکا تھا، نے رک کر جواب دیا۔

"شش۔۔ شکریہ۔۔" جواد نے احسان مندی سے بھرپور لہجے میں جواب دیا۔۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ یہ ہماری روٹین ہے کہ قتل و غارت زلفی کرتا ہے، مجھے ڈر لگتا ہے۔۔"

ساحر نے زلفی کا نام بگاڑتے ہوئے کہا اور باہر نکل گیا، جواد جسے زندگی کی امید لگی تھی، ساحر کی بات سن کر اس کا رنگ فق ہو گیا، ادھر زلفی سرد نظروں اور چٹانی چہرے کے ساتھ اس کی طرف بڑھتا گیا۔

جواد کا جسم سن ہو گیا تھا، زلفی کی شکل میں اسے موت کا فرشتہ نظر آرہا تھا، زلفی جیسے ہی قریب پہنچا، اس کا بازو گھوما اور جواد چیخ مار کر بے ہوش ہوتا گیا۔۔۔ زلفی کا ہاتھ ابھی تک ہوا میں ہی تھا۔

"چلو۔۔ یہی کام کرنا تھا۔۔" زلفی نے اطمینان سے کہا اور اگلے شخص کی طرف بڑھتا گیا۔

* * *

رُوپ محل میں انتہا کی خاموشی چھائی ہوئی تھی، جس سے یہ شک بھی پڑتا تھا کہ وہاں کوئی زی روح موجود نہیں، مگر اس شک پہ وہ لوگ چپ چاپ واپس تو نہ جاسکتے تھے۔ ان تینوں نے یہ فیصلہ کیا کہ عمارت میں داخل ہوا جائے اور حاطب پہ ہاتھ ڈالا جائے، انہیں حاطب کا حلیہ معلوم تھا لہذا اس کی پہچان کرنا آسان تھا۔ جمال نے عقلمندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے ادارے کے کچھ لوگوں کو سادہ کپڑوں میں اس رہائش گاہ کے آس پاس تعینات کر دیا تھا کہ اگر مدد کی ضرورت پڑے یا عمارت سے کوئی نکلنے میں کامیاب ہو جائے تو کوئی نقصان نہ ہو۔ ان لوگوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ اگر کاشن ملے تو احتیاط سے عمارت میں داخل ہوں اور ان کی مدد کریں، اور دوسری ہدایت یہ تھی کہ کاشن چاہے ملے یا نہ ملے، دو لوگ باہر تیار رہیں گے کہ اگر تعاقب کرنے کی ضرورت پیش آئے تو کوئی دقت نہ ہو۔

زوبی کو انہوں نے سامنے سے داخل ہونے کا کہا تھا، اور یہ منصوبہ بنایا کہ اگر زوبی کو داخل ہونے کی اجازت یا موقع نہ بھی ملے تو گیٹ پہ آنے

والے کو الجھائے رکھے تا کہ کبیر، جس نے رضاکارانہ طور پہ خود کو پیش کیا تھا، عقبی طرف سے بغیر کسی رکاوٹ کے اندر داخل ہو سکے۔ زوبی کو ہدایات دے کر جمال نے کبیر کو ساتھ لیا اور عمارت کی عقبی طرف بڑھ گئے۔ عمارت کے عقب میں پہنچ کر جمال نے زوبی کو کاشن دیا، جس کے بعد یقیناً وہ گیٹ کی طرف بڑھ گئی ہو گی۔ چند لمحوں کے بعد ہلکے دھا کے کے ساتھ کبیر دیوار پھلانگ کر اندر پہنچا اور جمال وہیں باہر ٹک گیا۔

کچھ دیر دُبکے رہنے کے بعد جب کوئی ردعمل سامنے نہ آیا تو کبیر تیزی سے عمارت کی طرف بڑھتا گیا۔ عمارت میں بدستور خاموشی تھی۔ اس نے عقبی طرف کا دروازہ سب سے پہلے چیک کیا مگر وہ اندر سے بند تھا، پھر وہ کھڑکیاں چیک کرنے لگا۔ ایک کھڑکی کے سامنے وہ ٹھٹک کر رکا،

اس نے کھڑکی کے قریب ہوا اور کان لگا کر سُن گن لینے لگا اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ اندر گفتگو چل رہی ہے جسے سننے کی کوشش وہ کر رہا تھا۔ اس سے ایک بات تو ظاہر تھی کہ عمارت خالی نہیں تھی۔ چند لمحے بعد وہ جھک کر کھڑکی سے آگے گزرا کھڑکی سے کافی آگے جا کر وہ رکا اور سوچ میں ڈوب گیا۔

اس کے خیال سے اندر لوگ تو تھے مگر ان کی کوئی بات بھی اس کے پلے نہیں پڑی تھی اور اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اب سامنے سے ہی گھسنا پڑے گا کیونکہ اب تک جتنی کھڑکیاں اس نے چیک کی تھیں وہ اندر سے بند تھی۔ اسی طرح بقیہ کھڑکیاں چیک کرتے وہ گزرتا گیا، اچانک اسے ایک کھڑکی کھلی مل گئی۔ اس کا چہرہ چمک اٹھا، سامنے سے اندر گھسنا رِسکی تھا، اب آسان رستہ نظر آیا تو وہ خوش ہوا۔ اس نے دھیرے دھیرے سر اٹھایا اور کھڑکی کے کونے سے اندر جھانکا تو اس کا دل خوشی کے مارے بلیوں کی طرح اچھلنے لگا، کمرہ خالی تھا، اس نے ہاتھ بڑھا کر کھڑکی کا دوسرا پٹ بھی کھولا اور ہاتھوں کے بل جسم اٹھاتا گیا، چند سیکنڈ میں وہ کمرے کے اندر تھا۔ اپنے پیچھے کھڑکی بند کی اور وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کا ہینڈل گھمایا، دروازہ کھلتا گیا، اس نے دروازے میں درز بنا کر باہر کا جائزہ لیا، برآمدے میں ویرانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس نے آہستگی سے دروازہ کھولا، جیب سے پسٹل نکالا اور باہر نکل گیا۔ اس کا دھیان اپنے عقب بھی تھا کہ پیچھے سے کوئی ہلہ نہ بول دے۔ رستے میں آنے والے کمرے چیک کرتے ہوئے وہ آگے بڑھتا گیا، سارے کمرے خالی ہی تھے۔ ایک کمرے کے سامنے پہنچ کر وہ رک

گیا، یہ شاید وہی کمرہ تھا جس میں سے اسے باتوں کی آواز آئی تھی کیونکہ اب بھی کمرے سے باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے کمرے کے بند دروازے کے پاس پوزیشن لی اور دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ ڈالا، ہینڈل گھمایا اور دوازہ ایک جھٹکے سے کھولا۔

"ہینڈز اپ۔۔۔" کبیر نے سخت لہجے میں کہا، مگر سامنے کوئی نہ تھا، وہ تیزی سے اندر داخل ہوا کہ اندر موجود لوگ کھڑکی سے نکل نہ جائیں مگر اندر پہنچتے ہی اس کے قدم وہیں کے وہیں جم گئے اس نے پھٹی پھٹی نظروں سے سامنے بے ہوش پڑی زوبی کو دیکھا۔۔اس کی نظریں گھومیں تو کھڑکی کے پاس ٹیپ ریکارڈ پڑا تھا جس میں سے باتیں کرنے کی دھیمی دھیمی آواز آ رہی تھی۔

سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اسے ادراک ہوا کہ بہت خوبصورتی سے انہیں ٹریپ کیا گیا ہے، جس شک کی بنا پر انہوں نے تقسیم کو ہو کر، اور الگ الگ رہ کر کام کرنے کا سوچا تھا وہ شک درست ثابت ہوا تھا، اگر جمال بھی اس وقت اس کے ساتھ ہوتا تو یقیناً دھر لیا جاتا اور قصہ ہی تمام ہو جاتا۔

کبیر تیزی سے مڑا مگر دیر ہو چکی تھی، دروازے کے پاس چار افراد مشین گنیں سنبھالے کھڑے تھے، نجانے کب وہ وہاں پہنچے تھے۔

انہوں نے مشین گنوں کا رخ اس کی طرف کر لیا اور اسے اسلحہ پھینکنے کا اشارہ کیا۔ مشین پسٹل زمین پہ ڈالتے ہوئے کبیر نے غیر محسوس انداز میں اپنی گھڑی کا بٹن خاص انداز میں دبایا۔

* * *

سیاہ چست لباس میں وہ اندھیرے کا حصہ محسوس ہو رہا تھا، ہاتھوں پہ سیاہ دستانے اور چہرے پہ نقاب۔۔ جس میں سے صرف آنکھیں جھانک رہی تھیں۔

اس کا رخ ایک خاص کمرے کی طرف تھا، پنجوں کے بل چلتے ہوئے وہ کمرے کے دروازے پہ پہنچا اور دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ امید کے مطابق دروازہ لاکڈ تھا، اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک مڑی ہوئی تار نکالی پھر دروازے کے لاک پہ جھک گیا، کچھ ہی دیر بعد وہ لاک کھول چکا تھا، سیدھا ہو کر کچھ دیر وہ دیوار سے چپکا رہا اور جائزہ لیتا رہا، پھر اس نے دروازہ کھولا اور اندر گھس گیا۔

جیب سے لائٹر نکالا اور اس کی دُم میں لگی چھوٹی سے لائٹ کو روشن کرتے ہوئے وہ مشرقی دیوار میں نصب الماری کے پاس پہنچا، الماری کے لاک پہ مہارت آزمائی اور پھر اس کے پٹ کھول کر روشنی ڈالی۔ الماری کے بیشتر خانے کپڑوں سے بھرے ہوئے تھے، اس نے لائٹر کو نقاب کے اوپر سے ہی منہ میں دبایا اور ہاتھ تیزی سے کپڑوں کو ٹٹولنے میں لگ گئے۔ درمیانی خانے میں اس کے ہاتھوں کی حرکت یکدم رکی،

کپڑے ایک طرف کرنے پہ ایک چھوٹا سا ہک نظر آیا، اس نے ہک کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا، چند لمحوں کے بعد اس نے ہک کو دبایا مگر ڈھاک کے وہی تین پات۔۔۔ اس نے ہک کو دائیں اور بائیں گھمایا تو ہلکے سے کھٹکے کی آواز سن کر اس کے منہ سے لمبا سانس خارج ہوا۔

الماری کا نچلا خانے دھیمی رفتار سے ایک طرف ہوتا گیا اور اتنی جگہ بن گئی کہ کوئی بھی شخص جھک کر خانے میں سے گزر سکتا تھا، اس نے بھی ایسا ہی کیا اور دوسری طرف ایک تنگ سی سرنگ میں پہنچا۔ سرنگ میں تیز مگر محتاط قدم اٹھاتا ہوا وہ تین سے چار منٹ کے بعد ایک بند جگہ پہنچا جہاں دیوار میں ہک تلاش کرنے میں اسے ایک، دو منٹ لگ ہی گئے۔ ہک کو دائیں بائیں گھمانے پہ سامنے دروازہ نمودار ہوا اور وہ جھک کر دوسری طرف نکلا۔

دوسری طرف نکلنے پہ وہ ٹھٹک گیا۔۔ اس کمرے میں عجیب سی بُو تھی، اس نے اپنے پیچھے موجود دروازے کو بند کیا اور لائٹر کی ہی روشنی میں کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی طبیعت بے چین ہو گئی، وہ عجیب سی منحوسیت محسوس کر رہا تھا اس کمرے میں، کمرے کے وسط میں سٹریچر موجود تھے اور ساتھ بو تلیں ٹانگنے والے راڈز بھی موجود تھے اس کے علاوہ کمرہ خالی تھا، وہ دروازے کی طرف بڑھا، خوش قسمتی سے دروازہ کھلا تھا، لائٹر کی روشنی گُل کر کے وہ باہر نکلا اور ایک طرف کو بڑھ گیا، اب وہ راستے میں آنے والے کمروں کو گنتا جا رہا تھا۔ جلدی ہی وہ ایک جگہ رکا اور دروازے کے لاک کو تار سے کھول کر اندر گھسا۔۔

اندر داخل ہوتے ہی اس نے لائٹر جلایا، اچانک اسے زودار جھٹکا لگا اور لائٹر اس کے ہاتھ سے پھسل گیا۔۔۔لائٹر کی روشنی اور پہلی ہی نظر میں ، اس کی آنکھوں کے سامنے اچانک ایک بھیانک چہرہ آیا جس وجہ سے اسے جھٹکا لگا۔۔۔لائٹر گرتے ہی وہ جان بوجھ کر نیچے گرا، اور گرتے ہی اس نے لات اندازے سے گھمائی، اس کا اندازہ درست ثابت ہوا اور دھڑام کی آواز کے ساتھ ایک جسم اس سے ذرا پرے گرا، وہ اٹھنا ہی چاہ رہا تھا کہ کوئی اس کے اوپر گرا، اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی پہاڑ اس کے اوپر گرا ہو۔۔۔اس کے منہ سے آہ نکلی، اور اس کی طرف سے

جوابی کاروائی سے پہلے، دو ہاتھ اس کی گردن کے گرد کستے گئے، عجیب لڑائی تھی، فریقین میں سے کوئی بھی کسی قسم کی آواز نہیں نکال رہا تھا بس مرنے مارنے پہ تلے ہوئے تھے۔

گلا دبانے والے کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کے گلے پہ بذاتِ خود بیٹھ جائے، وہ پوری قوت صرف کر رہا تھا مگر مقابل نے اس کی کلائیاں تھام رکھی تھیں اور کچھ اس طرح سے تھام رکھی تھیں کہ گلہ دبانے والا اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔۔۔نیچے موجود شخص نے ٹانگیں موڑیں اور گلہ دبانے والے کی گردن کے گرد قینچی کے سے انداز میں پھنسا کر کَسنا شروع کیں، اور دوسری طرف اس کے ہاتھوں پہ گرفت مضبوط کرتا گیا، ایسا کرتے ہوئے نیچے موجود شخص نے اچانک ٹانگوں کو جھٹکا دیا تو گلہ دبانے والا پشت کے بل پیچھے ہٹتا گیا، اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑی تو نیچے والے نے موقع کا فائدہ اٹھایا، اس کا ایک ہاتھ حملہ آور کے منہ کی طرف بڑھا اور دوسرے کا مکہ پوری قوت سے حملہ آور کی گردن پہ پڑا۔۔۔مکے کی وجہ سے چیخ نکلنے سے پہلے ہی اس کا ہاتھ حملہ آور کے منہ پہ پہنچ چکا تھا جس سے چیخ دب گئی۔ اس نے پہلا کام یہی

کیا کہ حملہ آور کو وقت دیئے بغیر اس کی گردن دبانا شروع کی، مزاحمت ہونے پہ اس نے سر کی ٹکر حملہ آور کی ناک پہ دے ماری اور دوبارہ گردن دبانا شروع کیا ساتھ ہی اس کا بازو گھوما اور اس شخص کی کنپٹی پہ لگا اور حملہ آور کی مزاحمت کمزور پڑتی گئی اور جسم ڈھیلا پڑتا گیا۔۔ اپنی تسلی کرنے کے بعد اس نے ہاتھ حملہ آور کی گردن سے ہٹائے اور اس سے الگ ہو کر بیٹھ گیا جیسے سانس پھول گیا ہو، مگر درحقیقت وہ اپنا لائٹر ڈھونڈ رہا تھا جو تھوڑی سی تگ ودو کے بعد اس کے ہاتھ لگ گیا۔

اس نے دوبارہ روشنی جلائی اور کمرے میں گردش کرتے ہوئے وہ ایک

میز کے سامنے پہنچا، میز کی تلاشی لی۔ ایک دراز سے برآمد ہونے والی ڈائری نکالی اور اس کے صفحات کو لائٹر کی روشنی میں دیکھتے ہوئے پلٹتا گیا، ڈائری چند ایک صفحات کے بعد خالی ملی تو اس نے ڈائری کو واپس رکھا اور کمرے کی دیواروں کا جائزہ لیا، ایک دیوار میں الماری نظر آئی تو اس کی طرف بڑھا اور ایک بار پھر تلاشی کی کاروائی میں لگ گیا، خانے چیک کرتے کرتے جب اس کے ہاتھ ایک فائل لگی تو اس کی آنکھیں چمکیں، اس نے فائل کھولی اور اس میں موجود صفحات کو پڑھنے لگا، ان

صفحات میں مختلف لوگوں کے پتے اور فون نمبر موجود تھے، اس کے علاوہ جس چیز نے اس نقاب پوش کی توجہ اپنی طرف کھینچی وہ تھا واٹر مارک۔۔۔ صفحات پہ ایک خاص قسم کا مدھم سا واٹر مارک تھا، اس نے واٹر مارک کا تفصیلی جائزہ لیا اور فائل کو واپس رکھ کر کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا، اس پہ حملہ کرنے والا شخص ابھی تک ٹانگیں پسارے لیٹا ہوا تھا۔ اس نے کمرے میں سے قیمتی چیزیں اٹھائی، بے ہوش شخص کی جیب خالی کی، اس کی گھڑی تک اتار لی پھر وہ تار کی مدد سے دروازے کھولتا گیا اور کمروں میں سے قیمتی چیزیں اٹھاتا گیا، ان چیزوں کی گھڑی سے باندھ کر کاندھے پہ رکھے وہ خفیہ راستے سے دوبارہ پہلی رہائش گاہ پہ پہنچا، کمرے کا دروازہ باہر سے لاک کیا اور تیز قدموں سے دیوار سے لگ کر عمارت کی اندر کی طرف بڑھ گیا، جلد ہی وہ بطوط خان کے کمرے کے سامنے رکا اور مڑی ہوئی تار نکال کر لاک کھولا اور اندر گھس گیا۔

* * *

زوبی نے جب اس روپ محل کے گیٹ پہ جا کر گارڈ سے بات کی تو اسے تھوڑے ہی وقفے میں بعد اندر بلا لیا گیا تھا جس کا علم جمال کو مخصوص

کاشن کے ذریعے ہوا تھالہذا جمال کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ زوبی کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ مگر جب اسے کبیر کی طرف سے کاشن ملا تو وہ تیزی سے حرکت میں آیا اور اپنے لوگوں کو اشارہ کیا۔ اس کے کچھ لوگ سامنے والی کوٹھی کی چھت پہ موجود تھے جو کسی مشکوک حرکت کے بارے میں اسے رپورٹ کرتے مگر ان کی طرف سے تو سب آل رائٹ کی رپورٹ ہی ملتی رہے، اس نے انہیں وہیں رکنے کا کہا اور خود باقی لوگوں کے ساتھ گِھیرا تنگ کرنے میں مصروف ہو گیا، اس کے لوگ سامنے اور عقب سے عمارت کی دیواریں پھلانگ کر گھستے گئے، کچھ باہر گاڑیوں میں موجود تھے، وہ خود بھی عمارت کے احاطے میں داخل ہو چکا تھا، محتاط انداز میں وہ لوگ آگے بڑھتے گئے مگر نہ تو کوئی مزاحمت ہوئی اور نہ ہی کوئی آواز سنائی دی، جمال اس صورتحال سے تھوڑا پریشان ہو گیا مگر وہ آگے بڑھتے رہے، جلد ہی وہ اصل عمارت کے گرد حصار بنا چکے تھے، عمارت کا دروازہ کھلا دیکھ کر جمال ٹھٹھک گیا اس کے اشارہ کرنے پہ دو اسلحہ بردار افراد زمین پہ گر کر رُول ہوتے ہوئے عمارت میں داخل ہوئے۔ راہداری بھی بھائیں بھائیں کر رہی تھی، جلد ہی انہوں نے ساری عمارت گھوم لی مگر کوئی جاندار نہ مل پایا۔ جمال کے چہرے پہ

تشویش کے سائے لہرانے لگے، اس نے سب کو الرٹ رہنے کا اشارہ کیا اور خود دو افراد کے ساتھ سارے کمرے دوبارہ چیک کرنے لگا۔

جلدی ہی وہ تہ خانہ دریافت کرنے میں کامیاب ہو گیا مگر جیسے ہی وہ اندھیرے تہ خانے پہ پہنچا، سرر کی آواز کے ساتھ ایک دھاتی چادر اس کے عقب میں دروازے پہ گرتی گئی اور وہ تیزی سے گھوما، گھومتے ہوئے اس کے جبڑا سے کوئی فولادی چیز ٹکرائی اور وہ تکلیف سے چیختا ہوا زمین پہ جا گرا، ساتھ ہی اس کی پسلیوں سے لاتعداد لاتیں ٹکرانے لگیں ، اس نے ذہن کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی مگر جلد ہی اس کے حواس ساتھ چھوڑتے گئے۔

جمال کے عقب میں آنے والے دونوں افراد نے دروازہ بند ہوتے ہی دروازہ پیٹنا شروع کیا مگر اس سے کوئی فرق تو نہ پڑنے والا تھا، ان میں سے ایک نے باقی افراد کو کاشن دیا اور خود وہ مشین گنوں کے دستوں سے دروازے کی خاطر مدارت کرنے لگے، کچھ دیر میں وہ لکڑی کا دروازہ توڑنے میں کامیاب ہوئے تو سامنے لوہے کی چادر دیکھ کر ان کے منہ لٹک گئے۔ ان کے پیچھے مزید تین افراد پہنچ چکے تھے، جیسے ہی وہ

سارے اکھٹے ہوئے تو اچانک لوہے کی چادر ہٹی، اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے تہ خانے میں سے فائرنگ شروع ہو گئی اور لمحوں میں وہ ڈھیر ہوتے گئے، اس کے بعد فوری لوہے کی چادر دوبارہ گری اور خاموشی چھا گئی۔

فائرنگ کی آواز سن کر اوپر راہداری میں موجود لوگوں میں ہلچل مچی اور وہ اس کمرے کی طرف دوڑے جہاں سے فائرنگ کی آواز سنائی دی مگر عقلمندی کا ثبوت دیتے ہوئے وہ اندر نہ گھسے بلکہ انہوں نے بَیک اپ کے لئے رابطہ کرنا شروع کیا۔

دوسری طرف فائرنگ کو روکتے ہوئے انہوں نے دروازے پہ چادر گرائی اور چِٹ سے کمرہ روشن ہوا، کمرے کی ایک دیوار کی جڑ میں کبیر، زوبی اور جمال ٹیڑھے میڑھے انداز میں پڑے ہوئے تھے، کمرے کے وسط میں چار افراد مشین گن سنبھالے ہوئے تھے، اسی وقت ایک کے سیل فون کی گھنٹی بجی۔

"یس باس۔۔۔" اس نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"وہاں سے نکلو۔۔۔وہ لوگ بیک اپ بلا رہے ہیں۔" دوسری طرف سے تیز آواز سنائی دی۔

"ہم انہیں شکار کر سکتے ہیں۔۔" اس نے کہا۔

"تم مجھ سے زیادہ عقلمند نہیں۔۔۔وہ لوگ کمرے کے اندر نہیں آئے اور کال کر مزید لوگ بلوا رہے ہیں، میں سب دیکھ رہا ہوں سکرین پہ۔۔۔ نکلو وہاں سے۔۔۔" دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"قیدیوں کا کیا کریں؟۔۔" اس نے ڈرے ڈرے لہجے میں پوچھا، وہ باس کی دھاڑ سن کر سہم گیا تھا۔

"ان کو ایک بار چیک کر لو۔دو، تین گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہ آ سکیں۔۔اور اٹھا کر تھیٹر میں ڈال کر تم لوگ نکل آؤ۔۔" ہدایات دینے کے بعد اس نے کال بند کر دی۔

"انہیں اٹھا کر آپریشن تھیٹر میں لے چلو جلدی۔۔" اس نے ساتھیوں سے کہا تو وہ تینوں آگے بڑھے اور ایک ایک بے ہوش فرد کو اٹھایا اور لوہے کی چادر والے دروازے کی مخالف سمت دیوار کے پاس پہنچ کر

رکے، ایک نے پاؤں کی ٹھوکر مخصوص جگہ پہ ماری تو سامنے سے دیوار ہٹی۔۔وہ دوسری طرف موجود راہداری میں پہنچے، پیچھے موجود دروازہ بند کیا، اس کے سامنے لوہے کی چادر گرائی اور آگے بڑھتے گئے۔

* * *

ہلکا ہلکا شور سن کر جمال کی آنکھ کھلی، آوازیں ایسی تھیں کہ فی الوقت سمجھنا مشکل تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔۔جمال کے ہوش سنبھلے تو اس نے خود کو اندھیرے کمرے میں پایا، اس نے آنکھیں مل کر دیکھنے کی کوشش کی مگر کچھ دیر تو یہ ممکن نہ ہو سکا، مگر پھر جب اس کی آنکھیں دیکھنے کی

عادی ہوئیں تو خود کو نرم بستر پہ پا کر وہ چونک گیا۔ اس نے جیبیں ٹٹولیں تو جیبیں بھری محسوس کر کے اسے اطمینان ہوا، اس نے جیب میں سے موبائل فون نکال کر اس کی لائٹ آن کی اور نزدیک کے سٹریچرز پہ کبیر اور زوبی کو دیکھ کر مسکرایا جیسے امید کے مطابق ہی کام ہوا ہو، سٹریچر سے اتر کر وہ باری باری زوبی اور کبیر کے پاس پہنچا اور ان کی نبضیں چیک کیں اور پھر گھوم کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

وہ بغیر دروازے کے ایک کمرے میں بند تھے، وہ تینوں ہی سٹریچرز پہ تھے اور کمرہ آپریشن تھیٹر جیسا نظر آرہا تھا۔ ایک طرف موجود سوئچ پینل کی طرف بڑھا اور پھر خود ہی نہ صرف رک گیا بلکہ اس نے موبائل کی روشنی بھی بند کر دی۔

اس کے ذہن میں یہی خیال آیا کہ ہو سکتا کیمرے لگے ہوں اور انہیں دیکھا جا سکتا ہو، لہٰذا روشنی سے اندھیرا بہتر ہے، اسی وجہ سے اس نے روشنی بند کی اور بلب بھی آن نہ کیا تھا۔

اس نے کچھ لمحے سوچنے کے بعد موبائل فون کو نکالا اور ایک بار مزید رسک لینے کا فیصلہ کیا، حتی الوسع روشنی کم اور موبائل کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے ایک نمبر ملایا۔

"یس سر۔۔۔" دوسری طرف سے پہلی گھنٹی پہ ہی کال ریسیو ہو گئی۔

"کہاں ہو تم لوگ؟۔۔۔" اس نے سرگوشی کے سے انداز میں پوچھا۔

"سر۔۔۔ہم اسی رہائش گاہ میں ہیں جہاں سے آپ اچانک غائب ہوئے۔" جواب ملا۔

"وہاں سے کوئی باہر نکلا؟۔۔"

"نہیں سر۔۔۔اب تو مقامی پولیس بھی عمارت کے گرد گھیرا ڈال چکی ہے، عمارت ہر طرح سے محفوظ ہے، یہاں کیمرے اور بات چیت سننے کا سسٹم موجود تھا جسے اس طرح سے ناکارہ کر دیا گیا کہ وہ چل بھی رہے ہیں مگر کام ہمارے مرضی کے مطابق کر رہے ہیں، دوسرے لفظوں میں دوسری طرف کے لوگ وہی دیکھ رہے ہیں جو ہم دکھانا چاہتے ہیں، ابھی تک نہ تو کوئی عمارت میں آیا ہے اور نہ ہی باہر نکلا ہے۔۔"

وہ واقعی سمجھدار بندہ واقع ہوا تھا کیونکہ اگر کیمرے اور ساؤنڈ سسٹم یکدم بند ہو جاتا تو دشمن سمجھ جاتا کہ وہ لوگ کیا کر رہے ہیں یا کس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں، اب دشمن اپنی جگہ مطمئن تھا اور وہ لوگ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

"تو اب تک تم لوگ تہ خانے میں داخل کیوں نہیں ہوئے؟۔۔" اس نے پوچھا۔

"تہ خانے کا دروازہ توڑا تو اس کے بعد ایک دھاتی چادر تھی بہت موٹی۔۔ اسے کاٹ لیا گیا ہے، تہ خانہ خالی تھا، ہم نے اس کی ایک اور دیوار میں دھاتی دروازہ پایا ہے، اب اسے کاٹ رہے ہیں۔"

"گڈ۔۔۔ تم لوگ درست سمت میں کام کر رہے ہو، مجھے کٹر چلنے کی آواز

سنائی دے رہی ہے۔ جلدی کرو۔۔" اس نے کہا اور کال بند کر دی۔

اب جب اسے پتہ چل چکا تھا کہ کیمرے اور ساؤنڈ سسٹم ناکارہ کر دیا گیا تو اس نے موبائل کی سکرین روشن کی اور سائیڈ کی دیوار پہ لگا بٹن دبایا جس سے کمرہ روشن ہوتا گیا۔

اس وقت ذرا ہلچل محسوس کر کے اس نے مڑ کر دیکھا تو کبیر اور زوبی کے جسموں میں حرکت ہو رہی تھی، وہ ہوش میں آ رہے تھے۔

"جلدی ہوش میں آؤ۔۔"

اس نے جان بوجھ کر تحکمانہ لہجے میں کہا اور حسبِ منشا نتیجہ ظاہر ہوا، ان دونوں کا جھٹکا لگا اور وہ یکدم الرٹ نظر آنے لگے۔۔۔

"ہم کہاں ہیں؟۔۔" کبیر نے ادھر ادھر دیکھا۔

"ہم اسی عمارت کے تہ خانے میں ہیں، باہر ہمارے لوگ موجود ہیں۔ ہمارا شکار کھیلنے والے غائب ہیں اور وہ لوگ اس عمارت سے نکلے بھی نہیں، اسکا مطلب ہے کہ اسی عمارت سے سرنگ کسی اور عمارت تک جاتی ہے، وہ وہیں موجود ہوں گے۔۔ ہمیں ان کا پیچھا کرنا ہے، کیونکہ اگر ایک بار وہ لوگ ہاتھ سے نکل گئے تو پکڑ میں نہیں آئیں گے۔ دوبارہ

زیرو سے شروع کرنا پڑے گا۔" جمال نے کہا، ساتھ ہی اس نے اپنے ماتحت سے ہونے والی بات بھی دہرا دی۔

"کیا پلان ہے پھر؟۔۔" کبیر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تم اور زوبی، تم دونوں سرنگ سے دوسری طرف جاؤ گے، تمہیں جی پی ایس ٹریکر دیا جائے گا، ہم لوگ تمہارا پیچھا کریں گے۔" جمال نے کہا۔

"گڈ۔۔۔ تمہارے لوگ تمہاری رہنمائی میں بہتر کام کریں گے۔" کبیر نے اس کی بات سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

اب انہیں دروازہ کٹنے کا انتظار تھا، ساتھ ہی انہوں نے دیوار میں موجود اگلے خفیہ دروازے کو ڈھونڈنا شروع کر دیا تھا۔

حاطب آئینے کے سامنے کھڑا اپنے آپ کو دیکھ رہا تھا، اگرچہ باقی دیکھنے والوں کو اس سے وحشت ہوتی تھی، ایک آئینہ ہی تھا جو اسے بتاتا تھا کہ تم سب سے حسین ہو، وہ اپنے سوٹ کا جائزہ لیتے ہوئے مسکراتے

ہوئے وہاں سے ہٹا اور باہر کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ راہداری میں تھا کہ قدموں کی آواز سنائی دی جو کہ ڈرائینگ روم کی طرف بڑھتی ہوئی صاف سنائی دے رہی تھی۔ وہ چند لمحوں کے لئے وہیں رک گیا، پھر اس کا ایک ملازم راہداری میں نمودار ہوا۔

"شفو صاحب آئے ہیں، ان کے ساتھ ایک عجیب سا شخص بھی ہے۔"

ملازم کا لہجہ مودبانہ ہی تھا مگر عجیب سا شخص کہتے ہوئے اس کے ہونٹوں پہ ہلکا سا تبسم تھا، حاطب جانتا تھا کہ وہ شخص کون ہے۔

"اوکے۔۔ ان کے لئے ڈرنکس لے آؤ۔۔" حاطب نے کہا اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

ڈرائنگ روم میں شفو براجمان تھا، اس کے ساتھ بطوط خان، جو کہ بڑی دلچسپی سے کمرے میں لگی ڈرائنگز کو دیکھ رہا تھا، موجود تھا۔

"خوش آمدید میرے بھائی۔۔" حاطب نے مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ باہیں پھیلائیں اور شفو کو حصار میں لیا۔۔

"اسے پہچانا؟۔۔" شفو نے مسکرا کر آنکھ مارتے ہوئے پوچھا۔

"اَم توت۔۔۔۔مم۔۔میرا مطلب ہے کہ بوٹ۔۔۔اوہ۔۔آ۔۔۔آپ کو دیکھ کر سیٹی۔۔۔باجا۔۔۔سب گم ہو گئی۔۔۔آپ کی شکل کو دیکھ کر لگتا ہے کہ بندر ہی ہماری آباؤ جائیداد تھی۔۔۔"بطوط خان نے بوکھلائے ہوئے کہا۔

اس کی بات جب شروع ہوئی تو حاطب کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی مگر جب بات ختم ہوئی تو حاطب کا چہرہ تپنے لگا۔۔

"آباؤ جائیداد نہیں، آباؤ اجداد۔۔۔"

شفو نے شفیق استاد کی طرح لاشعوری طور پہ اس کی تصحیح کی، بطوط کے ساتھ کچھ دن گزارنے کی وجہ سے اسے یہ عادت پڑی ہوئی تھی۔

اور پھر حاطب کو دیکھ کر چونک گیا، بطوط کی تصحیح کرتے وقت وہ بھول گیا تھا کہ بطوط نے آتے ہی حاطب کی درگت بنا دی اور شفو بھی اس میں شامل ہو گیا۔۔

"اوہ۔۔۔ سوری۔۔۔ معاف کرنا۔۔۔ ذرا ڈھیلا ہے۔۔ دل کا اچھا ہے۔۔ بہت اچھا آپریشن کرتا ہے۔۔" شفو نے کہا تو حاطب قدرے نارمل ہوا۔۔

"اس بار بہت نقصان ہوا ہے ہمارا۔" شفو نے یکلخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔ بروکر، پھر اس کی بھیجی ہوئی ٹیم میں سے ایک بندہ، پھر جواد

اور اس کے لوگ۔۔۔ سب کے سب ایک ایک کر کے چھٹی پہ چلے گئے، اور میرے خیال سے انہی میں سے کسی کی وجہ سے روپ محل پہ بارش ہوئی۔ میرا خیال بھی یہی تھا کہ وہاں موسم بدل سکتا ہے اس وجہ سے بارش سے حفاظت کا انتظام بھی کر لیا تھا اور بارش کے پانی کو اپنی ضرورت کے مطابق جمع بھی کر لیا ہے۔" حاطب نے کہا تو شفو کے چہرے پہ مسکراہٹ ابھری۔

وہ یقیناً بے وقوف بطوط کی موجودگی میں اس طرح سے بات کر رہے تھے کہ اسے کسی قسم کا شک نہ پڑے، دوسری طرف بطوط بھی تھوتھنی لٹکائے ڈرائنگز کو ہی گھور رہا تھا۔

"گڈ۔۔۔ صحت مند بارش بھی پودوں کی نشوونما میں بہت مددگار ثابت ہوتی ہے" شفو نے ہونٹوں پہ زبان پھیری۔

"اب موسم مکمل صاف ہے۔۔" حاطب نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"گڈ۔۔۔ تم بطوط کو اسکا پاسپورٹ بننے تک اپنے پاس رکھو۔۔ پھر اسے ملک سے باہر بھیجنا ہے۔۔" شفو نے کہا۔

"سنا ہے تمہاری رہائشگاہ پہ چوری ہوئی ہے؟۔۔" حاطب نے پوچھا۔

"ہاں۔۔ اتفاقاً میں اس رات وہاں نہیں تھا۔" شفو نے گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہیں تفتیش کرنی چاہیئے تھی، ہو سکتا ہے چوری صرف دکھاوا ہو، اصل بات کچھ اور ہو۔۔" حاطب نے کہا۔

"اور وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔۔" شفو نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا جیسے اس موضوع پہ بات نہ کرنا چاہتا ہو۔

اچانک بطوط اٹھا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا، اس نے دروازے کی اندر سے چٹخنی لگائی۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم؟۔۔ "شفو نے حیرت سے پوچھا، حاطب کی بھی ویسی حالت تھی۔۔

"کیا معلوم بارش کی پانی اندر آجائے۔۔ "وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں پلٹا۔۔

"نہیں آ سکتی۔۔۔ بہت اچھی تک پیک کیا ہوا ہے۔۔ " حاطب پہلی بار قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"بکواس بند کرو۔۔ کہاں ہیں وہ لوگ؟۔۔ "

بطوط خان انتہائی سرد اور بدلی ہوئی آواز میں ان سے مخاطب ہوا جیسے وہ دونوں اس کے ملازم ہوں۔

"تمہاری آواز۔۔۔ "شفو کی حیرت مزید بڑھ گئی جبکہ حاطب کے چہرے پہ بے چینی چھاتی گئی۔

"اگر تم دونوں میں سے کسی نے کوئی حرکت کی تو اپنی موت کا ذمہ دار خود ہو گا۔ " بطوط نے جیب سے چپٹا سا پستول نکال کر ان پہ تانتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم۔۔۔؟"۔۔ اس بار غرانے کی باری حاطب کی تھی، وہ اب نارمل نظر آرہا تھا۔۔

"جس کی وجہ سے تم اپنا سٹاک نہیں جمع کر پائے۔۔"بطوط غرایا۔

"کیا مطلب۔۔۔کون سا سٹاک ؟۔۔"شفو نے حیرت سے کہا۔

مگر اس کے چہرے سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر ایسا سوال پوچھ رہا ہے۔۔

"وہی سٹاک جو تم نئ قبروں سے نکالتے ہو۔۔ تم نے مجھے اتنا بے وقوف سمجھا ہوا تھا کہ تمہاری دو ٹکے کی تقریر سے میں یہ مان لوں گا کہ مردہ جسموں کو چیر پھاڑ کر تم لوگ اعضاء ضرورت مندوں کو مفت سپلائی کرتے ہو۔۔"بطوط نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"چلو مان لو کہ ہم وہ اعضاء بیچتے ہیں، اس سے کیا فرق پڑتا ہے، ویسے بھی تو مردے کسی کے کام کے نہیں۔۔"شفو نے کہا۔

حاطب چپ تھا، اس کا ذہن وہاں سے بچ نکلنے کا طریقہ سوچ رہا تھا لیکن مسئلہ تھا بطوط کا، بطوط شفو سے باتیں بھی کر رہا تھا مگر اس کا دھیان حاطب پہ بھی تھا۔

"اور میں اتنا بھی بچہ نہیں کہ تم مجھے یہ بہانہ سنا کر مطمن کر دو۔ میں اصل راز سے واقف ہوں۔۔" بطوط نے اطمینان سے منہ چلاتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔۔ اور کیا ہو سکتا ہے مردے کے ساتھ۔۔" شفو ہی کیا حاطب بھی چونک اٹھا، اس کے دماغ نے خطرے کی گھنٹی بجانی شروع کر دی۔

"جندل کہاں ہے؟۔۔۔"

بطوط نے جیسے بم پھوڑا۔۔۔ شفو اور حاطب دونوں حقیقتاً اچھل پڑے، دونوں کے چہرے سفید پڑتے گئے۔۔

"تت۔۔۔ت۔۔ تم آقا کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟"

حاطب پہلی بار ہکلایا اور لاشعوری طور پہ جملہ پھسل گیا۔

"گڈ۔۔۔ تمہارے اس سوال نے میری تمام تر معلومات کی تصدیق کر دی۔"

بطوط پہلی بار مسکرایا اور اس کی بات سن کر شفو نے پھاڑ کھانے والی نظروں سے حاطب کی طرف دیکھا جس کے ایک جملے نے بھانڈا پھوڑ دیا تھا۔

"تم کون ہو؟۔۔" شفو کا لہجہ بھی اچانک کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گیا۔

"اَم تو میلہ مویشیاں ہے۔۔" بطوط خان کا پرانا لہجہ واپس لوٹ آیا۔

"تم یہ سب کیسے جان گئے؟۔۔" شفو بدستور سنجیدہ ہی تھا۔

"تم سے جو میں ٹکرایا تھا نہ پہلی بار۔۔۔ اپنے یوسفھ کے لئے، وہ میرا ڈرامہ تھا۔ تمہارے لوگ اسی رات وہاں سے ایک لاش لے کر گئے تھے اور وہ قبر بھی ٹھیک سے بند کر گئے، مگر میں نے اسے دوبارہ کھول دیا اور وہاں سے تمہاری جھونپڑی اور پھر تمہارے دماغ میں گھس گیا۔" بطوط مسکرایا۔

"تم انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے تو نہیں ہو سکتے، ان کی ٹیم ہمارے قبضے میں ہے۔" شفو نے کہا۔

"میرا اس ادارے سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ میرا کسی ادارے سے کوئی تعلق نہیں۔۔۔ جہاں تک اس ٹیم کی بات ہے، وہ آدھی تمہارے پاس ہے آدھی تمہارے خلاف حرکت میں، بہت جلد وہ بھی اصل راز تک پہنچ جائیں گے۔" بطوط نے کہا۔

"وہ آدھی ہی بارش ہے جسے قید کیا گیا ہے۔" حاطب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تمہارا وہم ہے۔۔ ہمارے ملک کا ہر محافظ طوفان ہے، تم نے انہیں بارش کے ننھے قطرے سمجھ کر غلطی کی ہے، جلد ہی وہ طوفان تمہاری ہستی مٹانے کے لئے دستک دے گا۔ اس طوفان کے خون کا ہر قطرہ تم جیسے ہزاروں کی جان سے زیادہ قیمتی ہے۔۔"

بطوط کے لہجے میں انتہا کا فخر سمایا ہوا تھا۔

"تم اصل راز تک کیسے پہنچے؟۔۔" شفو نے بات پلٹی۔

"یہ تو بہت آسان ہے، حاطب کو دیکھو۔۔ انسان کا چہرہ اتنا نورانی تبھی ہو سکتا ہے جب وہ کوئی خاص کام کر رہا ہو۔۔۔ جتنی اس کے چہرے پہ پھٹکار، نحوست اور ویرانی ہے، ویسے ہی خبر ہو جاتی ہے۔۔ ظاہری طور پہ جب تم نے مجھ پہ سے نگرانی ہٹائی تب میں ایکٹو ہو گیا تھا اور تمہاری رہائشگاہ کا چپہ چپہ چھان مارا۔ وہیں سے میں تمہاری دوسری خفیہ رہائشگاہ پہ چوری کرنے پہنچا۔۔۔"

چوری کے لفظ پہ اس نے جان بوجھ کر زور ڈالا۔۔۔

"وہیں سے تمہاری کوڈ ورڈ میں موجود ڈائری اور فائل کو پڑھ لیا۔۔ مجھے جب معلوم ہوا کہ تم مجھے حاطب سے ملوانے والے ہو تو میں جان بوجھ کر رک گیا کہ ایک ساتھ ہی کام ختم کرتے ہیں ورنہ تم اب تک مٹی میں دفن ہو چکے ہوتے۔۔" بطوط نے کہا۔

"لیکن اس سے اتنا کچھ معلوم نہیں ہو سکتا جتنا تم جانتے ہو، ہمارا کوئی آدمی تم سے ملا ہوا ہے۔۔" شفو غرایا۔

اس سے پہلے کہ بطوط کوئی جواب دیتا، تیز فائرنگ کی آواز سے وہ چونک گئے، شفو اور حاطب نے ایکدوسرے کی طرف دیکھا اور پھر بطوط کی طرف۔۔

"اَم نے کچھ نہیں کی۔۔۔ اَمارا تو کوئی ساتھی بھی نہیں۔۔"

بطوط پھر سے زندہ ہوا، وہ بھی واقعی اندر سے پریشان ہوا کہ کس نے حملہ کر دیا مگر پھر اسے یاد آیا کہ ابھی تو وہ اپنے ملک کے طوفان اور قیمتی خون کی بات کر رہا تھا۔۔۔ شاید وہ خون واقعی جوش میں آ گیا تھا۔

جیسے ہی وہ سوچ میں گیا، شفو کا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس کا ایک جوتا اڑتا ہوا بطوط کے چہرے کی طرف بڑھا، اس سے بچنے کے لئے بطوط جھکا، عین اسی وقت ایک چھوٹا صوفہ اڑتا ہوا بطوط سے ٹکرایا اور بطوط کرسی سمیت پشت کے بل دھڑام سے گرا۔۔ حاطب اٹھ کر بجلی کی سی تیزی سے اس کی طرف دوڑا اور بطوط کے سنبھلنے سے پہلے ہی اسکی ٹانگ گھومی اور بطوط کی پسلیوں پہ پڑی۔۔ بطوط کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔۔۔ لات بہت زور سے پڑی ہو گی، لات مارتے ہی حاطب دروازے کی طرف بڑھا، اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتا، بطوط کو لگنے

والی کرسی اڑتی ہوئی اس کی پشت سے ٹکرائی اور بطوط جھٹکا کھا کر منہ کے بل دیوار سے ٹکرایا۔۔۔ لمحہ بھر کے لئے اس کا دماغ روشن ہوا اور زبان دانتوں کے درمیان آئی تو دماغ کی روشنی کم ہوئی، اسے ہوش آیا اور اس نے گالیوں سے بطوط کی تواضع کی، ساتھ ہی وہ مڑا اور کرسی اٹھا کر بطوط پہ دے ماری، بطوط نہ صرف صوفے کی اوٹ میں ہو کر کرسی کی ضرب سے بچا بلکہ اس کے پستول نے بھی ایک عدد پھول جھاڑ ہی دیا جسے حاطب سہہ نہ پایا اور چیختے ہوئے ٹانگ پکڑ کر ایک ٹانگ پہ گھومنے لگا۔۔

"کھیل شٹاپو۔۔۔"

بطوط ہنسا۔۔۔ مگر فوری اس کی ہنسی کو بریک لگ گئی کیونکہ حاطب سے لڑائی کے دوران اس نے شفو کو نظر انداز کر دیا تھا، جو موقع پاتے ہی دروازہ کھول کر نکلتا بنا۔۔

دوسری طرف فائرنگ اب راہداری میں پہنچ چکی تھی، بطوط حاطب پہ پستول تانے آگے بڑھتا رہا۔

"رک جاؤ۔۔۔ پستول پھینک دو۔۔" اسے دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی، جسے سن کر اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے لیے پھیلے۔۔

"میں نے کہا رک جاؤ۔۔۔" دھاڑ دوبارہ سنائی دی۔

"ایک تو تم نے اصل شکار بھگا دیا۔۔۔ اوپر سے افسری جھاڑ رہے ہو۔۔" بطوط کی تیسری لہجے میں آواز سنائی دی تو دروازے پہ کھڑا کبیر چونک گیا۔

"ساحر۔۔۔۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"ساحر گردیزی۔۔" حاطب نے نفرت اور حیرت سے ملے جلے لہجے میں کہا۔

"ساحر گردیزی؟؟؟؟۔۔۔" راہداری میں سے کسی نے کنفرم کرنے کی غرض سے پوچھا۔ وہ جمال تھا۔

"ساحر گردیزی کا باڈی گارڈ۔۔۔" بطوط نے اونچی آواز میں کہا۔

یہ سن کر یقیناً حاطب، جمال اور زوبی کے چہرے پہ ابھرنے والا تجسس ماند پڑ گیا ہو گا، جبکہ کبیر کے چہرے کی مسکراہٹ اور حیرت قائم تھی۔

حاطب کو انٹیلی جنس گرفتار کر چکی تھی، اس کی دی گئی معلومات پہ اس گروپ کے بہت سے لوگوں کر گرفتار کر لیا گیا تھا مگر ان کا سربراہ غائب ہو چکا تھا جو ڈھونڈنے کے باوجود ہاتھ نہیں آیا تھا، شفو بھی دوبارہ ہاتھ نہیں لگا تھا۔ اس گروپ کی گرفتاری کی کامیابی پہ سیکشن فائیو کو خوب سراہا گیا اور میڈل دیئے گئے۔ حاطب سے ہی جمال کو خرم اور اس کی ٹیم کے بارے میں پتہ چلا تھا۔

خرم نے جس بااعتماد دوست، پولیس آفیسر کی مدد سے ایک افسر کے گھر تفتیش کی تھی اور جسے اپنی ٹیم کی نگرانی کرانے کا کہا تھا، اسی میر جعفر کے جانشین نے مخبری کر کے خرم اور اس کی ٹیم کا کلیو دیا تھا جس کے نتیجے میں حاطب کے لوگوں نے انہیں اغواء کر لیا تھا۔ تفتیشی رپورٹ بھی سامنے آچکی تھی، حاطب اور اس کے لوگ ایک

بہت بڑے مافیا کا حصہ تھے جو انسانی اعضاء کو مفت سپلائی کرنے کے نام پہ ان میں منشیات بھر کر ملک کے مختلف حصوں اور مختلف ممالک کو

بھیجتے تھے، ان کے نیٹ ورک کو ٹریس کر کے ختم کر دیا گیا تھا اور حاطب کو انٹیلی جنس کی قید میں ہی رکھا گیا تھا۔

جب یہ سوال اٹھا کہ سرکاری افسران کو کیوں ختم کیا گیا تھا تو اس کا

جواب یہ ملا کہ کچھ افسران نے ان کے ساتھ ملنے سے انکار کیا اور ان کی راہ میں روڑے اٹکانے لگے تھے جس وجہ سے انہوں نے ان کو ختم کیا اور پھر ان کی لاشیں نکال کر اپنے مشن میں استعمال کر لیں۔ یہ محض اتفاق تھا کہ یہ سب ایک ہی دن میں ظہور پزیر ہوا اور پھر انہوں نے جان بوجھ کر خوفزہ کرنے کی غرض سے اعلی عہدیداران کو خطوط لکھے۔

جمال اور زوبی، کبیر کی کارکردگی سے بہت خوش تھے اور انہوں نے بھرپور کوشش کی کہ کبیر انٹیلی جنس میں ٹرانسفر ہونے کے لئے راضی ہو جائے مگر کبیر نے ٹال دیا۔ اُدھر کبیر کے اعلی افسران نے پہلے تو اس کی خوب گوشمالی کی کہ جب منع کیا گیا تھا تو وہ کیوں اس قصے میں شامل ہوا، مگر دراصل وہ سب بھی خوش تھے کیونکہ حکومت کی طرف سے کبیر اور اس کے سینئیرز کو مبارکباد دی گئی تھی جس سے کبیر کی اپنے ادارے میں عزت بڑھ گئی۔

*

کار اس قلعے کے سامنے رکی جس پہ گردیزی مینشن لکھا چمک رہا تھا، ہارن بجانے پہ گیٹ کھلا اور گاڑی اندر گھستی گئی، گاڑی پورچ میں روک کر کبیر نیچے اترا اور عمارت کی سائیڈ سے ہوتے ہوئے پچھلی طرف کو بڑھ گیا۔ سامنے درختوں کے جھنڈ میں پرانی طرز کا کچا مکان نظر آرہا تھا، وہ اس کی طرف بڑھتا گیا۔ مکان واقعی مٹی کا تھا جس کی بہت مہارت سے لپائی کی گئی تھی، اس کے گرد دیوار بھی مٹی کی، حتٰی کہ فرش تک کچا تھا۔ باہر کی طرف دیوار کے ساتھ کیاریاں، خوبصورت

تراش خراش والے پھولوں سے بھرے پودوں سے بھری ہوئی تھیں ۔ کبیر دروازے پہ رکا، اور زنجیر نما کنڈی کو ہلایا۔ اسے یہاں آنے سے ہر دفعہ ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے وہ پچیس تیس سال پیچھے کے کسی گاؤں کے گھر کے دروازے پہ کھڑا ہو اور وہ اس سے بہت لطف اندوز ہوتا تھا۔ دروازہ کھلا اور سامنے زلفی کھڑا تھا۔

"السلام علیکم کبیر صاحب۔۔۔" اس نے مسکرا کر کبیر کو سلام کیا۔

کبیر جواب دیتے ہوئے اندر داخل ہوا، اندر بھی ہر طرف دیواروں کے ساتھ خوبصورت کیاریاں ہی تھیں۔

"ساحر صاحب کہاں ہیں؟۔۔" وہ مسکرایا۔

"اندر ہی ہیں۔۔ آپ بیٹھیں، میں لسی منگواتا ہوں آپ کے لئے۔۔" زلفی نے احترام بھرے انداز میں کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور باہر نکل گیا۔

کبیر نے جوتے اتارے اور اندر داخل ہوا، کمرے کے فرش پہ چٹائی بچھی ہوئی تھی، اور سامنے ساحر ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے کتابیں ترتیب سے رکھنے میں مصروف تھا۔

"آیئے خان صاحب۔۔ کیسے آنا ہوا؟"

اس وقت وہ پروفیسر قسم کی مخلوق نظر آ رہا تھا اور حد درجہ شریف چہرے

پہ مسکراہٹ جمائے کبیر کو دیکھ رہا تھا۔

"کیس کی تفصیل جاننے کے لئے۔" کبیر نے کہا۔

"واہ۔۔۔ہمیشہ سیدھے کام کی بات۔۔۔ کیس کی تفصیل تو تم لوگ جان ہی چکے ہو۔۔"

ساحر کتابیں چھوڑ کر چٹائی پہ بیٹھا اور پھر لیٹتا گیا۔۔ کبیر نے بھی اس کی پیروی کی۔ وہ دونوں پہلو در پہلو لیٹے ہوئے تھے، دوستی اور بے تکلفی کا یہ منظر بہت ہی معصوم نظر آ رہا تھا۔

"وہ سب مجھے تو سچ نہیں محسوس ہوتا، خاص طور پہ جب تم اس میں شامل ہو، کیا قصہ ہے یہ اصل میں؟۔۔" کبیر نے سنجیدگی سے کہا۔

ساحر نے جواب دینے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور بطوط خان اندر داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں بڑی سی ٹرے تھی جس میں لسی کا بڑا جگ اور دو گلاس تھے، اس نے کبیر کو سلام کیا، لسی گلاسوں میں ڈال کر دونوں کے سامنے رکھی اور باہر نکل گیا۔

"جب تم نے کال کی تھی تب کیس مجھ تک خود پہنچ گیا تھا، ابا حضور کا ایک رشتہ دار بھی اس سلسلے میں مارا گیا ہے جس وجہ سے مجھے حکم ملا کہ کام پہ لگ جاؤ۔۔۔ تم دونوں مجھے منع کر چکے تھے پچھلے کیس میں، لہذا میں نے اکیلے کام کرنے کی ٹھانی۔" ساحر خلافِ معمول سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

* * *

کیس کی شروعات

(ساحر اس وقت اپنی شہری رہائش گاہ پہ موجود تھا۔ اس کے ہاتھ میں موبائل فون کسی سپنر کی طرح گھوم رہا تھا اور آنکھوں کو دیکھ کر محسوس ہو رہا تھا کہ وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہے۔ ابھی ابھی اسے کبیر نے کال کی تھی، اور کبیر سے جو اطلاع اسے ملی تھی، وہ پہلے سے اس کے بارے میں جانتا تھا۔ کبیر کی یہ بات کہ افسران کی ایک ہی وقت میں موت، سچی تھی کہ اس معاملے میں کوئی گڑبڑ ہے مگر قانونی طور پہ وہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ پچھلا مشن تو تھا ہی الگ قسم کا۔۔ اس میں ان کی دخل اندازی سے کوئی خاص نقصان نہیں ہوا تھا لیکن اس بار معاملہ سرکاری افسران کا تھا۔ ساحر جانتا تھا کہ اگر وہ دونوں یہ محسوس کر رہے ہیں کہ

اس کے پیچھے کوئی سازش ہے تو یقیناً انٹیلی جنس بھی اس معاملے کی تہہ تک پہنچ ہی چکی ہو گی۔ وہ کبیر کی اس بات سے بھی اتفاق کر تا تھا کہ اگر اب تک کیس حل ہو چکا ہوتا تو کوئی نہ کوئی رپورٹ تو چھپتی۔۔ وہ اس ادھیڑ پن میں تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے چونک کر فون کو دیکھا اور چند لمحے فون کو ایسے گھورتا رہا جیسے سارا قصور فون کا ہی ہو، پھر اس نے ریسیور اٹھایا۔

"یس۔۔۔" اس نے کہا۔

"لڑکے۔۔۔ کہاں پھنسے ہوئے تھے تم؟" دوسری طرف سے کبیر کے والد، وجاہت علی خان کی آواز سنائی دی۔

"اپنی پینٹ میں۔۔ پیٹ بڑھ گیا ہے تو پینٹ سے نکلنا مشکل ہو گیا ہے۔" اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تمہارا پیٹ تو اتنا نہیں ہے۔۔ تم تو ورزش کے عادی ہو۔" وجاہت صاحب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"پیٹ دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک جسمانی اور دوسرا لالچ، حرص۔ جسمانی پیٹ کم بھی ہو تو انسانی لالچ کا پیٹ بہت بڑا ہوتا ہے، جو ورزش بھی کرلے انسان۔۔ جب تک اپنے لالچ کی بھوک پہ قابو نہیں پاتا یہ کم نہیں ہو سکتا۔" ساحر نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"لڑکے۔۔ یہ تقریر بعد میں کرلینا۔۔ ابھی تم اسی پھنسی ہوئی پینٹ میں آجاؤ۔۔ ایک میٹنگ میں جانا ہے۔" دوسری طرف سے ہدایت ملی۔

"میٹنگ میں اگر کوئی موصوفہ بھی ہو گی تو بتادیں۔۔ پیٹ کو رسی میں جکڑ کر پیچھے کرلوں۔۔ آج کل مارکیٹ میں پتلی کمر چلتی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میٹنگ میں اعلیٰ شخصیات شامل ہوں گی۔ تم حلیہ بدل کر آنا۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور کال کٹ گئی۔

"اعلیٰ شخصیات۔۔۔ پھر میرا وہاں کیا اس کام ہے؟۔۔۔ شاید وہ چاہتے ہوں گے کہ میٹنگ کو نظر نہ لگ جائے۔۔۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ براؤن رنگ کے بہت ہی خوبصورت سوٹ میں ملبوس کمرے سے بر آمد ہوا۔ چہرے پہ ہلکا سا بدلاؤ تھا۔ اس کی شخصیت بہت پر کشش لگ رہی تھی۔ اور شہر میں موجود اپنی رہائش گاہ کے دروازے لاک کر کے وہ پیدل ہی ایک طرف کو چل دیا۔ وہ جانتا تھا کہ وجاہت صاحب کس طرف سے آئیں گے اور کب تک آئیں گے۔ پیدل چلتے ہوئے اس کا ٹکراؤ ایک بھکاری سے ہو گیا۔ بھکاری اس کے رستے میں کھڑا ہو گیا اور بھیک مانگنے لگا۔

"معاف کرو۔۔۔" ساحر نے کہا۔ اس کے چہرے پہ نوجوان بھکاری کو دیکھ کر کبیدگی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"معاف کیا۔۔۔" بھکاری نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا مگر نہ تو اس نے رستہ چھوڑا اور نہ ہی آگے پھیلایا ہوا ہاتھ پیچھے کیا۔ ساحر اس کے انداز پہ بے ساختہ مسکرا اٹھا۔

"بھیک مانگنے سے بہتر ہے کہ محنت کرو۔" ساحر نے جان بوجھ کر بات بڑھائی۔

"صاحب۔۔ یہ کام بھی بہت محنت طلب ہے۔۔ اور سوٹ بوٹ والے لوگ بھی تو آج کل یہی کر رہے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"سوٹ بوٹ والے لوگ تو نہیں دیکھے میں نے بھیک مانگتے ہوئے۔۔"

ساحر نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

"کہنے کو تو سب 'جاب' پہ جاتے ہیں، مگر جس طرح سارا دن باس کو خوش کرتے رہتے ہیں، ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔۔۔ اور مہینے کے آخر میں ماہانہ بھیک وصول کر کے گھر پہنچتے ہیں اور اگلے دن پھر وہی کاروائی شروع۔۔۔۔ میں بھی یہی کرتا ہوں۔۔" بھکاری نے کہا۔

"تم نے کبھی سیاستدان بننے کی کوشش کی؟" ساحر نے اس سے پوچھا۔

"نہیں صاحب۔۔۔ اس میں بہت بے عزتی ہے۔" بھکاری نے کہا تو ساحر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"تو اس کام میں کون سے ستارے لگ گئے ہیں تمہارے کندھوں پہ؟" ساحر نے پوچھا۔

"صاحب۔۔۔ وقت ضائع مت کرو۔۔ ہمیں بہت کام ہے۔" بھکاری نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"سوری۔۔ میں فارغ ہوں اس لئے وقت گزاری کر رہا تھا، کام تو ہے کوئی نہیں۔" ساحر نے سائیڈ پہ ہوتے ہوئے کہا۔

"تو میرے ساتھ آجاؤ صاحب۔۔ بہت کام ہے میرے پاس۔۔" بھکاری نے فخر سے سینہ چوڑا کرتے ہوئے کہا۔

"میں اتنی عزت کے لائق نہیں۔۔ میں نے تمہارا وقت برباد کی اس لئے پیسے دے رہا ہوں۔۔" ساحر نے ایک بڑا نوٹ نکال کر اسے تھمایا اور آگے بڑھ گیا۔

ابھی وہ چوک تک پہنچا ہی تھا کہ ایک چمکتی ہوئی بڑی سی کار سامنے آ رکی۔ ساحر مسکراتا ہوا کار کی طرف چل دیا، اس نے مخصوص انداز میں کرنل وجاہت صاحب کو سلام کیا تاکہ وہ اسے پہچان جائیں اور پھر پچھلی سیٹ پہ ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"میٹنگ کس سلسلے میں ہے؟" ساحر نے رسمی کلمات کے بعد فوری کام کی بات پہ آتے ہوئے پوچھا۔

"پچھلے دنوں کچھ افسران کی موت ہوئی ہے۔ موت تو بلکل قدرتی محسوس ہوتی ہے مگر دو افسران کو جب دھمکی آمیز خط ملے کے ان اموات کی تفتیش نہ کی جائے تو پی ایم صاحب نے ایک میٹنگ رکھی۔ جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ انٹیلی جنس اس سازش کا پردہ فاش کرے گی جبکہ آرمی، باقی افسران کی حفاظت کرے گی۔" کرنل صاحب نے کہا۔

"اور یہ دونوں کام نہیں ہو سکے۔" ساحر نے مسکرا کر کہا تو کرنل صاحبچونک گئے۔

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو تم؟" انہوں نے پوچھا۔

"آپ مجھے ساتھ لے کر جارہے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ مشن ہمارے ذمے لگنے والا ہے، اور ظاہری سی بات ہے کہ ہم سرکاری حیثیت سے کام نہیں کریں گے۔ ہمارے جیسے پرائیویٹ لوگوں کو کام دینے کا مطلب ہے کہ سرکاری اداروں میں دشمن موجود ہیں اور جسے بھی مشن دیا جاتا ہے وہ اسے ختم کر دیتے ہیں، اور میرے خیال سے وہ

ان افسران کو بھی ختم کر دیتے ہوں گے جو یہ مشن کسی بھی ادارے کو دیتے ہوں گے۔" ساحر نے مسکراتے ہوئے کہا تو کرنل صاحب نے طویل سانس بھرا۔

"لڑکے۔۔ میری چوائس غلط مت ثابت کر دینا۔۔ میں نے تمہارا آئیڈیا

جب کرنل بیگ تک پہنچایا تھا تبھی مجھے محسوس ہو گیا تھا کہ جلدی تم لوگوں کو فیلڈ میں اتارنا پڑ جائے گا۔۔ انہوں نے شفقت بھرے لہجے میں کہا۔

" انشااللہ ہم کامیاب ہوں گے۔" کرنل صاحب کی بات سے یہ بات ظاہر تھی کہ ساحر کا اندازہ بالکل درست ہے۔

"انٹیلی جنس کی ٹیم ناکام نہیں ہوئی بلکہ غائب ہو چکی ہے۔ مسئلہ یہی ہے کہ سرکاری اداروں سے بات لیک ہو جاتی ہے۔ پھر کسی نہ کسی افسر کی جان چلی جاتی ہے۔ کرنل عابد بھی اس وقت سے سخت سکیورٹی کے حصار میں ہیں کیونکہ ان کا ایک سیکشن اس کیس پہ کام کر رہا تھا۔" کرنل صاحب نے کہا۔

"ایک طرح سے ہم بکرے بھی ہیں پھر۔۔ سرکاری افسران کی جان بچانے کی خاطر ہمیں ٹیسٹ کے نام پہ اس آگ میں جھونکا جارہا ہے۔" ساحر نے اطمینان بھرے انداز میں کہا۔

کار اب ایک چھوٹی سے کوٹھی کے گیٹ کے سامنے پہنچ چکی تھی۔

ڈرائیور نے شیشہ نیچے کر کے ایک کارڈ، گیٹ کے سامنے موجود گارڈ کی طرف بڑھایا، جسے لے کر وہ اندر چلا گیا اور چند ہی منٹوں میں گیٹ کھلتا گیا۔ گاڑی پورچ میں جا کر رکی تو نواب صاحب اور ساحر نیچے اترے۔ ڈرائیور گاڑی کو آگے بڑھا لے گیا۔ ساحر کرنل صاحب کے پیچھے چل رہا تھا۔

"تمہارا نام کوڈ نیم شہروب ہے۔ اس میٹنگ کو خفیہ رکھا گیا ہے اس لئے ایک عام سے عمارت کو منتخب کیا گیا ہے، وزیرِ خارجہ بھی آرہے ہیں۔" کرنل صاحب نے کہا۔

"پھر یہ عام عمارت نہیں ہے۔۔ بہت خاص جگہ ہے جہاں اعلی افسران آنے کے لئے بہت آرام سے تیار ہو گئے ہیں۔"

ساحر نے کہا تو ساحر کے آگے چلتے ہوئے کرنل صاحب کے چہرے کا رنگ بدلا اور پھر نارمل ہو گیا۔ راہداری میں انہیں ایک شخص ملا جس کی معیت میں عمارت کے تہ خانے میں پہنچے، جہاں پہ آئی بی کے سربراہ کرنل عابد اور آرمی چیف کے نائبین، کرنل بیگ موجود تھے۔ کرنل صاحب اور ساحر بھی خالی کرسیوں پہ بیٹھ گئے۔ کچھ ہی منٹوں میں وزیرِ خارجہ اور وزیر دفاع اندر داخل ہوئے۔ ساحر ان صاحبان کے پیچھے چلنے والے شخص کو دیکھ کر چونک گیا۔

وہ لمبا تڑنگا اور بہت وجیہہ شخص تھا۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی، پیشانی فراخ، جسم متناسب اور پر کشش۔۔ مجموعی طور پہ وہ ایک باوقار شخصیت کا حامل تھا۔ ساحر کو نجانے کیوں اس کی آمد کھٹک رہی تھی، اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اُسے کہیں دیکھا ہوا ہے مگر یاد نہیں آرہا تھا۔۔

یہ شخص کبھی بھی سرکاری حیثیت سے سامنے نہیں آیا تھا، ملک کی اعلی قیادت کے ساتھ یوں اس کا میٹنگ میں شامل ہونا اس بات کی دلیل تھی کہ وہ کوئی خاص شے ہے۔ ساحر نے دماغ کو ان خیالات سے صاف

کیا اور وزیرِ خارجہ کی طرف متوجہ ہوا جنھوں نے سب کو ایک نظر دیکھا اور پھر کرنل عابد سے مخاطب ہوئے۔

"میجر۔۔ آپ کیس کی تفصیلات بتائیں۔"

"جی جناب۔۔" کرنل عابد کی جگہ آنے والے نے کہا اور پھر کیس کی پوری تفصیل بتائی۔

"موجودہ صورتحال یہ ہے کہ سیکشن فائیو غائب ہے، ان کی کوئی خبر نہیں کہ وہ لوگ زندہ ہیں یا مردہ۔۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے، ملحقہ شہر میں خرم اور اس کے ساتھ دو ممبرز گئے تھے، جمال۔۔ جو کہ سیکشن لیڈر ہے، اور بہت محنتی اور ذہین ایجنٹ ہے۔۔ ایک ممبر سمیت اس شہر میں تفتیش کر رہا تھا۔ خرم والی ٹیم ایک ویگن میں سوار تھی جب ایک ٹرالر نے اسے ٹکر ماری اور پھر دونوں گاڑیاں نہر میں جا گریں۔ اس کے بعد سے وہ ٹیم غائب ہے۔ ادھر جمال کو آخری بار ایک افسر کے دفتر سے نکلتے ہوئے دیکھا گیا ہے، اس کے بعد سے وہ بھی غائب ہے۔" کرنل عابد کے اسسٹنٹ نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

"آرمی چیف کے نائب اپنی رپورٹ پیش کریں۔" وزیرِ خارجہ نے کہا۔

"سر۔۔ فورس کے جوان مخصوص افسران کے گرد نگرانی پہ تعینات تھے، وہ افسران جنھوں نے یہ کیس آئی۔بی کے سپرد کرنے کی تجویز دی تھی، انہیں ایک ایک کر کے ختم کر دیا گیا ہے اور اس بار پوسٹ مارٹم رپورٹ سے ان سب کو زہر پلائے جانے کی رپورٹ ملی ہے۔" آرمی چیف کے اسسٹنٹ نے کہا۔

"مسٹر شہروب۔۔۔ یہ ایک مرنے والے افسر کے خاندان سے ہیں اور ان کے تعلقات صدر صاحب اور کچھ غیر ملکی اعلیٰ عہدیداران سے بھی ہیں۔ جس وجہ سے ہمارے اوپر بہت سی اندرونی و بیرونی دباؤ تھا، انہیں شک تھا کہ شاید ہم لوگ کام نہیں کر رہے، صرف ٹال مٹول کر رہے ہیں اور قاتلوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ آج کی میٹنگ صرف اس مسئلے کو سلجھانے کے لئے تھی۔ مجھے امید ہے کہ ان کا مسئلہ حل ہو گیا ہو گا، شہروب صاحب کوئی سوال ہو تو آپ پوچھ سکتے ہیں۔"

وزیرِ خارجہ نے ساحر کی طرف دیکھ کر قدرے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا، جیسے وہ اس کاروائی میں مجبوراً شامل ہوئے ہوں۔ ان کی بات سن کر ساحر کی آنکھوں میں ایک بار تو الجھن ابھری کہ یہ کیا ماجرا ہے، اسے

کرنل صاحب کسی اور بات کے لئے لائے تھے اور یہاں اسے کسی مقتول کا رشتہ دار بتایا جا رہا ہے، اچانک اس کے ذہن میں جیسے بجلی کوندی اور وہ مسکرایا۔

"یس سر۔۔ جب اتنے بڑے عہدیداران یہ رپورٹ دے رہے ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ میں نے آپ سب کا وقت برباد کیا۔ میں آل کلئیر کی رپورٹ دے دوں گا، آپ سب نے میرے لئے اتنا وقت نکالا، اس کے لئے میں شکر گزرا ہوں اور معذرت خواہ ہوں کے بے جا آپ کی نیک نیتی پہ شک کیا۔۔ شکریہ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

دل ہی دل میں وہ اس اندازِ کاروائی پہ عش عش کر اٹھا۔ کسی سیانے نے بہت ہی عمدہ پلاننگ کی تھی۔ وزیرِ خارجہ کے علاوہ باقی افسران کو یہی محسوس ہو رہا تھا کہ ساحر بطور شہروب۔۔ صرف کاروائی سننے آیا ہے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ کیس اسے دیا جائے گا۔ ایک لحاظ سے پلانر نے ہر سرکاری افسر کا اس کیس سے پتا صاف کر دیا تھا، جس وجہ سے کہیں سے بات لیک ہونے کا خدشہ ہی نہیں رہا تھا۔

"پھر میٹنگ برخاست کی جاتی ہے۔۔ اب یہ کیس کلوز کر دیا جائے۔

ہمیں یہ آفر دی گئی تھی کہ اگر کیس کلوز کر دیں گے تو سیکشن فائیو کے لوگ ہمیں واپس مل جائیں گے۔ سو ہم یہ ڈیل کر رہے ہیں۔ "وزیرِ خارجہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وزیرِ خارجہ و وزیرِ دفاع اوران کے ساتھ آنے والا شخص بھی اٹھا اور وہ باہر چلے گئے۔ ان کے بعد باقی افسران بھی اٹھ کر باہر نکل گئے تو کرنل صاحب اٹھے اور ساحر کو اشارہ کیا۔ اس بار بجائے باہر والے دروازے کے، وہ دوسری طرف موجود دروازے کی طرف چل دیئے اور دروازہ پار کر کے وہ ایک راہداری میں پہنچے۔ راہداری میں چلتے ہوئے وہ چوتھے کمرے کے سامنے رکے اور دستک دے کر اندر داخل ہوئے۔ سامنے صوفے پہ وزیرِ دفاع بیٹھے ہوئے تھے۔ کرنل صاحب نے ان سے مصافحہ کیا اور ساحر ویسے ہی سلام کر کے بیٹھ گیا۔

"کرنل صاحب آپ کا کیا خیال ہے یہ نوجوان کیس حل کر لے گا؟ مزید جانی نقصان کے ہم متحمل نہیں ہو سکتے۔ "وزیرِ دفاع نے پوچھا۔

"یہ بات تو آپ کو اس شخص سے پوچھنی چاہیئے جس نے آج کی میٹنگ پلان کی۔ "

کرنل صاحب کی بجائے ساحر نے سنجیدگی سے کہا تو وزیرِ دفاع اور کرنل صاحب چونک اٹھے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ میں سمجھا نہیں۔" وزیرِ دفاع نے کہا۔

"سر۔۔۔ یہ میٹنگ بہت ذہانت سے پلان کی گئی تھی، آپ نے افسران کو باور کروا دیا کہ کیس بند کر دیا گیا ہے جس سے کیس کے بارے میں کوئی بات بھی اب لیک نہیں ہو گی، دوسرا آپ اس میٹنگ کی کاروائی سے سیکشن فائیو کو بھی آزاد کروا لیں گے۔۔۔ تیسرا۔۔۔ میٹنگ کو راز رکھنے کے لئے یہاں میٹنگ نہیں رکھی گئی۔۔۔ میٹنگ کو راز نہ رکھنے کے لئے یہاں میٹنگ کی گئی ہے۔ اب تک مجرموں تک میٹنگ کی کاروائی پہنچ چکی ہو گی اور وہ لوگ پرسکون ہو گئے ہوں گے کہ حکومت ان کا پیچھا نہیں کرے گی۔" ساحر نے پرسکون لہجے میں کہا تو وزیرِ دفاع کے چہرے پہ تحسین بھرے تاثرات ابھرے۔

"کرنل صاحب۔۔۔ آپ کی پسند کو داد دینی پڑے گی۔ اب مجھے یقین

ہے کہ کام بن جائے گا۔ یہ نوجوان بہت ذہین ہے، اس نے بالکل درست کہا۔۔۔ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا گیا ہے۔۔"

وزیرِ دفاع نے کہا تو کرنل صاحب کا چہرہ مسرت سے چمک اٹھا۔ ساحر نے انہیں پہلے ہی قدم پہ بھرپور عزت کا حقدار بنا دیا تھا۔

"مسٹر شہروب۔۔ یہ مشن کی فائل ہے۔۔ آپ کو کوئی تنخواہ یا اختیار نہیں دیا جا رہا، اگر کسی وجہ سے قانون کے ہاتھ لگ گئے تو ہم آپ کو نہیں جانتے۔ جلد سے جلد یہ مشن پورا کریں۔" وزیرِ دفاع نے اس بار تحکمانہ لہجے میں کہا۔

ساتھ ہی ایک فائل ساحر کی طرف بڑھائی۔ ساحر نے فائل پکڑی تو وزیرِ دفاع اٹھ کھڑے ہوئے، جس کا مطلب تھا کہ بات ختم۔۔ وہ دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"اگر آپ محسوس نہ کریں تو ایک بات پوچھوں۔۔" ساحر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پوچھیں۔۔" وزیرِ دفاع نے رکتے ہوئے کہا۔

"میٹنگ میں جو شخص آپ کے ساتھ تھا، وہ کون تھا؟" ساحر نے پوچھا۔

"سچ یہ ہے کہ میں بھی نہیں جانتا کہ وہ کون تھا۔۔ صدر صاحب کے حکم سے وہ ساتھ آیا تھا اور میٹنگ کے بعد اس نے یہ کیس آپ کو دینے کا کہا اور چلا گیا۔ اگر وہ مجھے نہ کہتا تو کیس آپ کو نہ دیا جاتا۔۔" وزیرِ دفاع نے جواب دیا۔

"میٹنگ کی پلاننگ اسی شخص کی تھی؟" ساحر نے پوچھا۔

"ہاں۔ اور آپ کے چہرے پہ میک اپ، آپ کے نام کی تبدیلی بھی اس کا پلان تھا۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں اور آپ کی شکل کیسی ہے؟۔" وزیرِ دفاع نے کہا اور باہر نکل گئے۔

ساحر کا چہرہ حیرت سے متغیر ہو گیا اس کا خیال تھا کہ میک اپ باقی لوگوں کے لئے ہے اور کم از کم وزیرِ دفاع اسے جانتے ہوں گے مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹا نکلا وزیرِ دفاع بھی اسے ذاتی طور پہ نہیں جانتے تھے۔

وہ شخص۔۔ جسے ملک کا وزیرِ خارجہ تک نہیں جانتا تھا۔۔ جس کی ایماء پہ

وزیرِ خارجہ ،وزیرِ دفاع، کرنل بیگ اورآرمی و انٹیلی جنس کے اعلی افسران۔۔ سب پروٹوکول چھوڑ کر۔۔ ایک پرائیویٹ رہائش گاہ پہ چلے آئے۔۔ جس نے ایک گھنٹے میں ہی ساحر کو ہر موڑ پہ ایک حیرت بھرا جھٹکا دیا۔۔۔ وہ ساحر کے ذہن میں ایک سوالیہ نشان کی طرح چپک گیا۔

واپسی کے سفر میں اس کا ذہن تانے بانے بنتا جارہا تھا، اسے یاد آگیا تھا کہ اگرچہ اس شخص کا چہرہ مختلف تھا مگر اسی طرح کی چال بیٹھنے کے انداز والے شخص کو وہ کرنل وجاہت کی رہائش گاہ پہ دیکھ چکا ہے۔

لارڈ ایمزن(اس کے لئے ایکشن اور سسپنس سے بھرپور ناول مافیا ملاحظہ فرمائیں) والے مشن میں اس تک ایک چوتھے شخص کی بات پہنچی تھی کہ کوئی چوتھا شخص ان کے ساتھ سائے کی طرح لگا ہوا ہے۔

اب وہ اعلی قیادت کے ساتھ نظر آیا تھا اور یہ بات بہت واضح ہو چکی تھی کہ وہ بہت ہی اثرورسوخ کا مالک ہے۔

اس کا ذہن اس چوتھے شخص کو لے کر کلئیر ہوتا گیا جیسے وہ جان گیا تھا کہ وہ کون ہے اوران کے پیچھے کیوں ہے۔

* * *

"سارا کچھ چیک کر لیا ہے مگر ابھی تک کوئی کلیو نہیں ملا کہ یہ سب کیسے ہو گیا؟" جبران نے پریشان لہجے میں کہا۔

"کہاں کہاں سے تفتیش کی ہے تم نے؟" ساحر نے جبران اور اس کے ساتھ کھڑے زلفی سے پوچھا۔

وہ دونوں اس وقت ساحر کی رہائش گاہ پہ موجود تھے۔ میٹنگ سے واپسی پہ ہی ساحر نے اسے بلا لیا اور جذباتی طور پہ اسے بلیک میل کرنے کے بعد کچھ وقت کے لئے اسے اپنے ساتھ ملایا، اس نے کیس کے حوالے سے میٹنگ میں ہونے والی کوئی بات بھی جبران کو نہ بتائی۔ اس نے یہی

ظاہر کیا کہ وہ خود اس سلسلے میں دلچسپی لے رہا ہے کیونکہ ایک افسر اس کا رشتہ

دار تھا اور ساحر کے ابا حضور نے اس پہ دباؤ ڈالا ہوا ہے کہ اس کیس پہ کام کرو۔

" افسران کے گھر، دوستوں اور کلبوں تک ساری جگہیں چھان ماری ہیں۔ کسی جگہ بھی ایسا کلیو نہیں ہے کہ ان کی موت غیر فطری ہے۔ لیکن تم کہہ رہے ہو کہ پی ایم صاحب کو کوئی خط بھی ملا ہے اس سلسلے میں۔" جبران نے جواب دیا، اس کی بات سن کر ساحر چونک پڑا۔

"کیا ہوا؟" جبران نے اسے چونکتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"اب تک یہ بات سمجھ کیوں نہیں آئی۔۔۔یار۔۔" ساحر نے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"کون سی بات؟" جبران نے پوچھا۔

"بالکل سامنے کی بات تھی مگر ہر شخص نے نظر انداز کر دی۔" ساحر نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اب کچھ بکو گے بھی۔۔ فضول کی راگنی الاپ رہے ہو۔۔" جبران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو میں بکواس کرتا ہوں؟" ساحر نے آنکھیں سکوڑتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔۔ تم بتاؤ۔۔" جبران نے جان چھڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا بتاؤں؟" ساحر نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

"باس۔۔ جو بات سب کے سامنے تھی اور سب نے نظر انداز کر دی۔" پاس کھڑے زلفی نے لقمہ دیا۔

"تو جا کر ان سے پوچھو۔۔ جن کے سامنے بات تھی۔۔ میرے سامنے تو بالکل بھی نہیں آئی۔"

ساحر نے کہا تو جبران نے پھاڑ کھانے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا بکواس ہے۔۔ فضول آدمی ہے یہ۔۔ بات بھی کوئی فضول ہی ہو گی اس کے ذہن میں۔۔" جبران نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"فضول نہیں۔۔ واہیات۔۔۔ بے شرم۔۔ وہ بات جو سب کے سامنے رہی۔۔ وہ بے شرم بات ہی ہو گی۔۔ شرم وحیا والی بات تو باپردہ ہوتی ہے۔" ساحر نے اطمینان سے ٹانگیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں تم کسی نتیجے پہ پہنچ چکے ہو۔۔ مگر بتا نہیں رہے۔" جبران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"شادی ہو تو کوئی نتیجہ بھی آئے۔۔ کنوارے انسان کی تو کمپاٹ ہی آتی ہے۔" ساحر نے کہا۔

"شادی تو تمہاری تب ہو گی جب تمہارے جیسی کوئی عقلمند ملی اور وہ ملے گی نہیں۔۔ ایسے نمونے نایاب ہوتے ہیں۔" جبران نے طنزیہ لہجے میں کہا تو وہ ساحر ہنس پڑا۔۔

"نمونے کی جگہ لفظ ماڈل استعمال کرتے تو ٹھیک تھا، جھگڑا نہ ہوتا۔" ساحر نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔۔" جبران نے کہا۔

"اگر کسی کو کہو گے کہ تمہاری چال نمونے جیسی ہے تو تمہارا سر پھاڑ دے

گا، اگر کہہ تو کہ آج تو چال ماڈل جیسی ہے تو سامنے والے کے انکساری کے سارے دانت چمک اٹھیں گے۔" ساحر نے کہا تو جبران ہنس پڑا۔

"مغرب زدہ معاشرہ ہے۔۔ الفاظ کی ہیر پھیر میں ہی خوش رہتا ہے، خیر۔۔ میں کہہ رہا تھا کہ بات سامنے تھی اور سب نے نظر انداز کر دی۔" ساحر دوبارہ اپنی بات پہ پلٹ آیا۔

"اور ایسی بات جو سب کے سامنے ہو وہ واہیات۔۔ بے شرم ہوتی ہے۔ جانتے ہیں ہم۔" جبران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بات کیسے بے شرم یا واہیات ہو تی ہے؟ یہ تو سوچ کا معاملہ ہے۔۔ سوچ واہیات ہو تو سب کچھ ایسا ہی محسوس ہو تا ہے۔" ساحر نے چونک کر کہا۔

جبران نے ہونٹ بھینچ لئے جیسے نہ بولنے کی قسم کھائی ہو۔۔ ساحر چند لمحے پہلے کی ہوئی اپنی ہی بات سے مکر گیا تھا۔ ساحر، جبران کا انداز دیکھ کر ہنس پڑا۔

"تمہارے ناراض ہونے کا انداز دیکھ کر تو لگتا ہے کہ تمہارے لئے بیگم

نہیں۔۔ شوہر ڈھونڈنا پڑے گا۔"

ساحر نے کہا تو زلفی کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا، جیسے وہ ساحر اور جبران کے احترام کی وجہ سے قہقہہ کنٹرول کر رہا ہو۔

"سامنے کی بات یہ ہے کہ جب قتل کی شواہد بھی نہیں ہیں اور خط بھی موصول ہو چکا ہے پی ایم صاحب کو تو اس کا مطلب ہے کہ کوئی جان بوجھ کر دھیان بھٹکا رہا ہے سب کا۔۔ اس کا مقصد کچھ اور ہے۔۔ ظاہر وہ کچھ اور کر رہا ہے۔" ساحر نے کہا تو وہ دونوں چونک پڑے۔ بات واقعی عام سی تھی مگر۔۔ یہ نتیجہ نکالنا ان کے ذہنوں میں نہیں آیا تھا۔

"مطلب یہ سب ڈرامہ ہے۔۔" جبران نے کہا۔

"اتنی جلدی نتیجے پہ چھلانگ مت لگایا کرو۔ یہ صرف ایک مفروضہ ہے، اس کو جانچنا پڑے گا۔" ساحر نے کہا۔

"کیسے جانچنا ہے؟ سب کچھ تو کر کے دیکھ لیا ہے ہم نے۔" جبران نے پوچھا۔

"سب کچھ کر لیا ہے تو پھر تو ایک ہی راستہ ہے۔" ساحر نے کہا۔

"کون سا راستہ؟" جبران اور زلفی نے بیک وقت پوچھا۔

"کدھر جانا ہے تم نے؟" ساحر نے چونک کر پوچھا تو وہ دونوں الجھ گئے۔

"ہم تو ادھر ہی ہیں۔" جبران نے کہا۔

"پھر راستہ کون سا پوچھ رہے ہو؟" ساحر نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"تم ہی بیٹھو اس پاگل کے پاس۔۔ سیدھی بات ہی نہیں کر رہا۔۔" جبران نے اٹھتے ہوئے زلفی سے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"قبرستان کا راستہ ہی ہے ایک۔" ساحر نے ہانک لگائی۔

"تم اپنی بکواس اپنے پاس رکھو۔۔ خود ہی کام کرو کیس پہ۔ تمہارے ساتھ رہے تو قبرستان ہی پہنچ جائیں گے۔" جبران نے رک کر کہا اور پھر دروازے کی طرف مڑا۔

"قبرستان ہی راستہ ہے۔" ساحر نے سنجیدگی سے کہا تو جبران رک گیا۔ ساحر کے چہرے پہ سنجیدگی دیکھ کر وہ واپس مڑ آیا۔

"لاش چیک کرنی ہے؟" زلفی نے پوچھا۔

"ہاں۔۔رپورٹس۔۔ تفتیش۔۔گواہیاں ۔۔یہ سب کچھ ہو چکا ہے، ہمارے سوال کا جواب صرف وہی دے سکتا ہے جس پہ یہ گزری ہے۔" ساحر نے کہا تو زلفی اور جبران کے چہروں کا رنگ متغیر ہوا۔۔یہ انوکھی بات تھی کہ وہ قبر سے باڈی نکال کر معائنہ کرتے۔

"پہلے پھر قبر ڈھونڈیں کسی افسر کی؟ رات تو ہو ہی گئی ہے۔" زلفی نے کہا۔

"میں یہ کام کر چکا ہوں۔"

ساحر نے مسکراتے ہوئے کہا تو جبران اٹھ کر اس کی طرف دوڑا۔۔اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ساحر کا گلا گھونٹ دے گا۔

"اتنی دیر سے دماغ کیوں چاٹ رہے تھے پھر؟" جبران نے کہا۔

"تمھیں بھی تو سوچنے کا موقع دینا چاہئے۔۔" ساحر نے اپنا سر بازوؤں میں چھپاتے ہوئے کہا تو جبران ہنستے ہوئے واپس بیٹھ گیا۔

"چلو چلیں۔۔ کھانا کھا کر روانہ ہو جائیں گے۔" ساحر نے اٹھتے ہوئے کہا اور وہ تینوں رہائش گاہ سے نکل کر ہوٹل پہنچے۔

کھانا کھا کر قبرستان پہنچنے میں انہیں تین گھنٹے کا وقت لگ گیا۔

"آج تو بھوت ڈر رہے ہوں گے کہ جبران قبرستان پہنچ گیا۔۔۔ واہ نام بھی ہم قافیہ۔۔" ساحر نے مسکراتے ہوئے کہا تو زلفی بھی مسکرایا۔

آدھی رات کے گھپ اندھیرے میں عام آدمی تو اندھیری گلی میں نہیں نکلتا تھا وہ قبرستان میں ایک قبر کھود رہے تھے۔ ایک گھنٹے کی مشقت کے بعد آخر کار انہوں نے مٹی ہٹالی تھی۔ سیمنٹ کی سلیبیں ہٹا کر ساحر نے پنسل ٹارچ نکالی اور جلا کر قبر کے اندر دیکھا۔۔ اندر سفید رنگ کا کفن نظر آرہا تھا۔ ساحر نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔۔۔ وہ دونوں پیچھے ہٹ کر کھڑے وہ گئے تھے، جس کا مطلب تھا کہ اب ٹیم لیڈر ہی کرے گا جو بھی کرے گا۔ اس سے پہلے کے ساحر کچھ کرتا، اچانک ایک سلیب پھسلتی ہوئی قبر میں جا گری۔۔ جیسے ہی سلیب گری۔ جبران کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ زلفی بھی جیسے اپنی جگہ پہ پتھر ہو گیا۔

ساحر ٹارچ جلائے قبر کو دیکھ کر رہا تھا۔۔ سلیب اندر موجود کفن پہ گری تھی۔ اور جس طرح سلیب گری کر رکی تھی۔۔ اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی تھی کہ۔۔۔ وہ قبر خالی ہے۔

وہ قبر جس میں چند دن پہلے ایک سرکاری افسر، جس کے جسدِ خاکی کو ان گنت لوگوں کی موجودگی میں دفنایا گیا تھا، اس میں صرف کفن موجود تھا، جسم غائب تھا۔

قبرستان سے واپس آکر وہ سوچ میں ڈوب گیا، کبیر اور جبران کو جان بوجھ کر شامل نہیں کرنا چاہتا تھا اور زلفی کا ان معاملات میں تجربہ کم تھا لہٰذا اس نے اکیلے کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ آتے ہی اس نے چائے کا کہا تھا جو بطوط خان لے کر پہنچا تو بطوط خان کو دیکھتے ہی وہ چونک گیا، اس کے ذہن میں فوری پلان آیا اور اس کی طبیعت پر سکون ہوتی گئی۔

اس نے بطوط خان کا روپ دھارا، زلفی سمیت اپنے لوگوں کو مختلف قبرستانوں میں راتوں میں ڈیوٹی پہ لگا دیا اور اتفاقاً پہلی ہی رات شفو والے قبرستان میں قبر کھلنے کی اطلاع ملی اور ساحر، بطوط خان کے روپ میں وہاں پہنچ گیا۔ جب وہ لوگ لاش لے کر نکل گئے تو ساحر کے ملازموں نے اس کے کہنے پہ قبر دوبارہ کھودی اور وہاں سے نکلتے گئے۔

ساحر وہاں سے شفو کے ساتھ شامل ہوا۔۔۔شفو نے اسے سادہ سمجھا،

ساتھ ہی اسے ایک ڈاکٹر مل رہا تھا چاہے جانوروں کا ہی۔۔۔ تو اس نے ساحر کو ساتھ رکھ لیا۔ پہلے تو وہ ساحر پہ کڑی نگرانی لگوائی مگر جلد ہی اسے بے ضرر پا کر نگرانی ختم کر دی اور باقی معاملات میں الجھ گیا۔ اس وقفے میں ساحر نے اس کی رہائش گاہوں کا کونہ کونہ چھان مارا اور جب اسے کیس کی حقیقت معلوم ہوئی تو ایک بار تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ انتہائی تعفن زدہ جگہ پہ رہ رہا ہو مگر مشن پورا کرنے کے لئے اسے یہ سب برداشت کرنا پڑا۔۔ اس نے اپنے لوگ قبرستانوں میں ہی لگائے رکھے اور شفو کے لوگوں کو بھگانے لگا تاکہ وہ لوگ کوئی اور لاش نہ نکال سکیں۔۔ ادھر کیبر بھی قدم بہ قدم آگے بڑھتا جا رہا تھا۔)

* * *

کبیر سوالیہ نظروں سے ساحر کو گھور رہا تھا جو بڑے آرام سے لسی کا گلاس ختم کرنے میں لگا تھا جیسے اس کے پیدا ہونے کا یہی مقصد رہا ہو۔

"اب بتا بھی دو کہ کیسے شروع ہوا یہ کیس اور یہ کیس بلا کیا ہے؟" کبیر نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا کیونکہ ساحر نے ابھی تک اسے کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔

دوسرا گلاس پیتے ہوئے بتاؤں گا۔" ساحر نے لاپرواہی سے کہا تو کبیر نے تیزی سے گلاس اٹھایا اور تیزی سے پینے لگا جلد ہی تین سانسوں میں وہ لسی کا گلاس پی گیا اور فوری دوسرا گلاس بھر کر آہستہ آہستہ پینے لگا۔

"تمہارے دوسرے گلاس پہ نہیں۔۔ اپنے دوسرے گلاس پہ۔"

ساحر نے کہا تو کبیر کا منہ لٹک گیا کیونکہ جس رفتار سے ساحر لسی پی رہا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ رات تک ہی کیس کی بات شروع ہو گی۔ اس کی شکل دیکھ کر ساحر نے قہقہہ لگایا اور پھر پہلا گلاس جلدی ختم

کیا۔ دوسرا گلاس فُل کیا، اب دونوں لسی کا دوسرا دوسرا گلاس پی رہے تھے۔

"کیس بہت سادہ اور آسان تھا۔۔"

ساحر نے مسکراتے ہوئے بولا تو کبیر کا چہرہ نارمل ہوتا گیا، کیونکہ اس کے کام کی بات شروع ہوتی گئی، اب وہ اطمینان سے لسی پینے لگ گیا۔

"حاطب اور اس کا آقا۔۔۔۔ یہ لوگ مردوں کے مخصوص اعضاء کھاتے ہیں۔"

ساحر نے گلاس منہ سے لگاتے ہوئے سادہ لہجے میں کہا تو کبیر جو گھونٹ بھر چکا تھا، اس کے منہ سے لسی نکل کر چٹائی پہ لمبی ہوتی گئی۔۔

"کیا؟۔" حیرت کی شدت سے اس کی آنکھیں جیسے باہر ابل آئیں۔

"ہاں۔ یہ سچ ہے۔ حاطب کا چہرہ نہیں دیکھا تم نے، منحوس اور دل کو بے چین کرنے والا۔۔ یہ لوگ قبروں میں سے مردے نکال کر، ان کے مخصوص اعضاء کھانے کو عبادت سمجھتے ہیں۔" ساحر نے کہا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔" کبیر ہکلایا۔۔۔

یہ بات نہ تو اس کا ذہن مان رہا تھا اور نہ ہی ذہن اپنی جگہ پہ رہا تھا۔

"یہ لوگ پڑوسی ملک سے ہیں۔ ان کا اپنا ایک قبیلہ ہے جو اس حیوانیت کو عبادت سمجھتے ہیں اور اپنی روح کو طاقتور بنانے کے خیال سے اس حرکت میں لگے رہتے ہیں۔ اگر یہ دو لوگ سامنے آئے ہیں تو اور بھی ہو سکتے ہیں جنہیں تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ پڑوسی ملک نے سازش کی ہے، یہ لوگ ذاتی طور پہ یہ کام کرتے ہیں۔" ساحر نے کہا۔

"عجیب قصہ ہے۔۔" کبیر بڑبڑایا۔

"عجیب تو ہے لیکن ایسے لوگ موجود ہیں جو یہ گھناؤنا کام کرتے ہیں، مقامی سطح پہ بھی ماضی میں ایسے لوگ سامنے آئے تھے۔" ساحر نے جواب دیا۔

"اور حاطب کا آقا؟۔۔" کبیر نے پوچھا۔

"شفو ہی حاطب کا آقا ہے جو تمہاری آمد پہ بھاگ گیا تھا۔۔ وہ اصلیت میں کبھی بھی حاطب کے سامنے نہیں آیا اور دوست کی طرح اس کے

ساتھ ساتھ رہا، وہ ہمیشہ چہرہ بدلے رہتا ہے جس وجہ سے اس کے چہرے کی منحوسیت کھل کر سامنے نہیں آتی۔ اصل آدمی حاطب ہی ہے کیونکہ یہ فیلڈ میں کام کرنے کا تجربہ رکھتا ہے، شفو۔۔ جس کا اصل نام جندل ہے، وہ پیچھے رہ کر صرف شکار چباتا ہے، وہ حاطب سے زیادہ سیانا ہے، اسی وجہ سے مجھے بہت پاپڑ بیلنے پڑے اپنے راز کو بچائے رکھنے کے لئے۔" ساحر نے کہا۔

"انھوں نے افسران کو کیوں مارا تھا؟۔۔" کبیر نے پوچھا۔

"افسران کو انھوں نے نہیں مارا، وہ تو قدرتی موت مرے، انھوں نے ان میں سے دو لوگوں کی لاشیں نکالیں، اُدھر کچھ لوگ خواہ مخواہ شک میں پڑے کہ ایک ہی وقت میں مر جانا سازش ہے اور تفتیش شروع کر دی جس سے حاطب کے لوگوں کے ذہن میں یہ خدشہ ابھرا کہ اگر قبریں چیک ہوئیں تو راز کھل جائے گا، اس وجہ سے انھوں نے حکومت کے لوگوں کو خط لکھنے شروع کر دیئے۔ یہی ان کی سب سے بڑی بے وقوفی ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ سب نارمل ہی تھا، جب خط لکھے گئے تو یہ بات ایک راز بن گئی، اور راز پراسرار بننے کی وجہ سے حکومت اس

طرف کو چل پہ پڑی۔ اگر خط نہ لکھتے اور خاموشی سے اپنے کام میں لگے رہتے تو شاید بہت عرصے تک سامنے نہ آتے۔۔" ساحر نے کہا۔

"اور وہ جو منشیات کی سمگلنگ کی بات تھی؟ انسانی اعضاء میں رکھ کر۔۔"

"وہ بھی سچ ہے، یہ اپنے گھناؤنے راز کی حفاظت کی خاطر اپنا کَور ساتھ رکھتے ہیں، منشیات کو دکھاوے کے لئے ہی سہی بھیجتے ضرور ہیں۔" ساحر نے کہا۔

"لیکن تم لوگ کیسے حاطب کی رہائش گاہ پہ پہنچے؟۔۔"

ساحر نے پوچھا تو کبیر بھی مسکرایا، کیونکہ وہ بھی بروقت ٹارگٹ پہ پہنچ گیا تھا۔

"ممتاز سے ہمیں معلوم ہوا کہ اس کے لوگ آج کس قبرستان میں لاش نکالنے جا رہے ہیں، ہم لوگ وہاں پہنچے اور وہاں سب بھاگ نکلے، ایک شخص ہمارے قبضے میں آ گیا، وہ حادثاتی طور پہ زخمی ہوا اور قبر میں جا گرا تو زوبی نے دیکھ لیا۔" کبیر نے بتایا۔

"وہ حادثاتی طور پہ زخمی نہیں ہوا تھا، جیسے تم لوگ نے بے وقوفوں کی طرح گولیاں چلانی شروع کیں تو میرا جی چاہا تم لوگوں کا سر پھاڑ دوں۔۔ گولیوں کی وجہ سے سب ہوشیار ہوئے اور بھاگنے کی فراق میں لگ گئے۔ میں نے سوچا کہ تم لوگ بھی کیا یاد کروگے کہ کس سخی سے پالا پڑا ہے تو۔ میں نے دوڑنے کی کوشش میں مصروف ایک شخص کی پنڈلی پہ کَس کے کدال ماری اور کندھا مار کر اسے قبر میں گرا دیا۔"

ساحر نے لاپرواہی سے لسی کا اگلا گلاس بھرا جب کہ کبیر بے یقینی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا، بات صاف ہو گئی تھی کہ ساحر کی وجہ سے وہ لوگ اس آدمی کو پکڑ پائے جس کی مدد سے حاطب تک پہنچے۔

"گولی چلانے کا پلان نہیں تھا، زوبی سے بدحواسی میں گولی چل گئی اور

پھر مجبوراً ہمیں بھی چلانی پڑیں، تو تم بھی باقیوں کے ساتھ وہاں سے بھاگے تھے؟ اگر گولی ہی لگ جاتی تو۔۔۔" کبیر نے پوچھا۔

"ایویں ہی لگ جاتی۔ میں تھا ہی وہیں۔ تم لوگوں کے پاس ایک قبر میں اس شخص کو گرایا اور دوسری میں خود لیٹ گیا، میں جانتا تھا کہ اپنی اور اس کی حفاظت کی خاطر تم اسے لے کر فوری نکل جاؤ گے اور دوسری قبر

کی طرف نہیں دھیان نہیں دو گے، تم لوگوں نے ایسا ہی کیا جس وجہ سے مجھے تم سے مایوسی ہوئی، اگر میری جگہ دشمن چھپا ہوتا تو بڑی آسانی سے تم تینوں کو گولی مار سکتا تھا۔ "اس بار ساحر کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔

"پھر ہم لوگ روپ محل پہنچے، وہ حاطب کا پہلا ٹھکانہ تھا، وہ ہم لوگ ان کے جال میں کچھ دیر کے لئے پھنس گئے مگر جلد ہی وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے، وہیں سے سرنگ کے ذریعے میں اور زوبی حاطب کی نئ رہائش گاہ تک پہنچے اور جمال بھی وہاں پہنچا۔۔۔ "اس نے ساری تفصیل بتائی۔

"اگر تم بطوط خان کے روپ میں شفو کے ساتھ تھے تو جواد اور اس کے لوگوں کا تمہیں کیسے علم ہوا؟۔۔ "کبیر نے اچانک پوچھا۔

"میں کونسا چوبیس گھنٹے ان کا ملازم تھا، نہ ہی شفو چوبیس گھنٹے میری نگرانی کرتا تھا، جیسے ہی نگرانی ختم ہوئی، میری جگہ اصل بطوط خان پہنچ گیا اور میں جواد سے معلومات لینے کے لئے اپنی رہائش گاہ پہنچا، جواد سے بہت کچھ معلوم ہوا جس کی وجہ سے کیس کو سمجھنا آسان ہو گیا۔ "ساحر نے جواب دیا۔

"تم بطوط کے روپ میں کیسے ان کے ساتھ چپک گئے ؟۔۔"

کبیر نے موضوع بدلنے کی غرض سے پوچھا، کیونکہ ابھی تک وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ساحر کیس میں کیسے شامل ہوا۔

"پاپا کے کوئی رشتہ دار میں ان افسران میں شامل ہیں جو فوت ہوئے،

انہوں نے کہا کہ چھان بین کروں۔۔ شروع میں جبران کو میں نے ساتھ لیا تھا پھر اکیلے ہی چل پڑا۔۔" اس نے کبیر سے بھی اصل بات چھپائی۔

"مجھے یہ شک تھا کہ لاشوں کی چیر پھاڑ کا کام ہی ہو سکتا قبر سے نکالنے کے بعد تو میں شفو سے جانوروں کے ڈاکٹر کے روپ میں ٹکرایا۔"

"جانوروں کا۔ وہ کیوں ؟۔۔" کبیر چونکا۔

"انسانوں کا کہتا تو انسانی آپریشن کرتے وقت چوکنے پہ شفو شک کرتا۔ جانوروں کا کہا تو میرے لئے غلطی کی گنجائش بھی بن گئی اور شفو کو بھی اس سے فرق نہ تھا کہ جانوروں کا ڈاکٹر ہو یا انسانوں کا، اس نے

لاشوں پہ ہی کام کرانا تھا، اس کے سامنے میں نے ایک مردہ جانور کا آپریشن کر دیا، جو کچھ حد تک کامیاب رہا۔" ساحر نے کہا۔

"وہ تم نے کہاں سے سیکھا؟۔۔" کبیر ہنسا۔

"انٹرنیٹ سے۔ آجکل سب کچھ تو ہے آن لائن ویڈیوز میں۔" ساحر نے قہقہہ لگایا تو کبیر بھی ہنس پڑا۔

ختم شد

گرین سیریز-------------از-----------ابنِ طالب

پراسرار لاشیں
ابن طالب
عمران سیریز
خونی جال
باس
پلیگ
گرین سیریز #4
گرین سیریز#9

www.facebook.com/groups/GreenSeries